حدیث اور اصول حدیث پر مشتمل ایک نایاب علمی شاہکار

الکلام المرفوع

فیما یتعلق بالحدیث الموضوع

تخریج شدہ

مؤلف

حقائق آگاہ فقاہت دستگاہ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ
امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ
بانی جامعہ نظامیہ

ناشر
مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ
حیدرآباد۔ الہند

بمسرت صد سالہ عرس سراپا قدس حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ عطائے رسول اللہ
الشاہ **امام محمد انوار اللہ فاروقی** فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ بانی جامعہ نظامیہ

الکلام المرفوع

فیما یتعلق

بالحدیث الموضوع

(تخریج شدہ)

تالیف

حقائق آگاہ معارف دستگاہ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ حافظ **امام محمد انوار اللہ فاروقی**
فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز

باہتمام: طلبۂ فاضل سوم و کامل اول 1436ھ 2015ء

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔الہند

بمسرت صد سالہ عرس شریف شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز

تاریخ طبع	جمادی الاولیٰ 1436ھ مارچ 2015ء
تعداد	1000 ایک ہزار
باہتمام	طلبۂ فاضل سوم و کامل اول 1436ھ 2015ء
کمپوزنگ	محمد یوسف اشرفی نظامی (فاضل جامعہ نظامیہ)
طباعت	مطبعة ابو الوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد
قیمت	80/-
ناشر	مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد

پتہ

دفتر مجلس اشاعت العلوم، جامعہ نظامیہ

حیدرآباد ۵۰۰۰۶۴ ٹی۔ ایس (الہند)

فون: 24576772 / 24416847 فیاکس: 0091 40 24503267

ویب سائٹ : www.jamianizamia.org

ای میل : fatwa@jamianizamia.org

fatwajamianizamia@yahoo.com

شیخ الاسلام لائبریری اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن، نزد جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔ 9701223435

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد۔ 040-64534568

فضیلت جنگ اکیڈمی، حیدرآباد۔ 09700718834 / 07353847863

عرشی کتاب گھر۔ میر عالم منڈی، حیدرآباد۔ 9440068759

کاظم سیریز۔ مغل پورہ، حیدرآباد۔ 9177396593

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
قرائن وضع حدیث	6
قرینہ درراوی	7
مبتدع کے قبول روایات میں اختلاف	12
عقیلی وغیرہ کو امام بخاری کا نصیحت کرنا	13
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت	13
اسناد سلسلۃ الذہب	14
محمد بن یحییٰ کے احوال	15
متقدمین اور متاخرین کا جرح وتعدیل میں اختلاف	16
تعدیل بعد جرح کے مفید نہیں	16
تقلید امام بخاری خلاف نص	17
کسی راوی کو محدثین کے وضاع اور کذاب کہنے سے وہ متروک نہیں ہوتا	17
کسی راوی متروک الروایت کی روایت سے حدیث موضوع نہیں ہوتی ہے	18
محدثین کے حکم بحسب ظاہر ہیں	19
راوی کے ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اُس کے مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوتے	20
بلا وجہ کسی حدیث کو موضوع نہ کہنا	24
محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو انکار حدیث کا نتیجہ ملنا	25
محمد بن ہارون کا خواب میں رؤیت نبوی حاصل کر کے حضرت سے حدیث کی تصدیق کرنا	26
علی بن مسہر کا خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے چند حدیثوں کی تصدیق کرنا	26
اولیاء اللہ بھی خواب میں یا کشف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حدیثیں تصحیح کر لیتے ہیں	27

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد والہٖ واصحابہ اجمعین

امابعد احقر العباد ابوالبرکات محمد انوار اللہ بن مولوی حضرت حافظ ابومحمد شجاع الدین صاحب حیدرآبادی دکنی عفی اللہ عنہما عرض کرتا ہے کہ بفضل تعالیٰ ان دِنوں مدینہ طیبہ کی حضوری کا اتفاق ہوا ایام اقامت میں یہ خیال آیا کہ فضائل نبی کریم وحبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقدر وسع جمع کئے جائیں اور ضمن میں اس کے بحسب مناسب مقام وہ مباحث لکھے جائیں جس کی آج کل ضرورت ہے۔ چنانچہ قریب تیس (30) جز کے لکھے گئے اور ہنوز ایک حصّہ کتاب کا بھی پورا نہ ہوا تھا کہ اس بلد طیبہ کی مفارقت پر مجبور کیا گیا جب مکۂ معظّمہ پہنچا برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے مخدوم ومطاع، ہادی مراحل تحقیق وکاشف رموز تدقیق، جامع شریعت وطریقت، منبع حقیقت ومعرفت، مہبط انوار معارف لدنیہ، کاشف اسرار علوم دینیہ، رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین مولانا ومرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ **ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المسترشدین** کو تکلیف اُن اجزا کے سماعت کی دی۔ حضرت ممدوح نے بعد سماعت کے ارشاد فرمایا، مناسب ہے کہ کتاب طبع ہونے کے پہلے وہ بحث جو متعلق حدیث ہے طبع کی جائے جس سے عام فائدہ حاصل ہو اس لئے امتثالاًللامر وہ بحث نقل کر کے خدمت والا میں گذرانا اور نام اس کا **الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع** رکھا حق تعالیٰ حضرت ممدوح کی توجہ کی برکت سے برادرانِ دینی کو اس کتاب سے نفع پہنچاوے آمین۔

تیسری بحث یہ ہے کہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بعض حدیثوں کی نسبت جو کہا ہے کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے اُن سے نمایاں ہیں سو اس میں تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں۔

قرائن وضع حدیث

اس مقام میں مسئلہ وضع سے متعلق ایک بحث کی جاتی ہے جس سے ناظرین کو

معلوم ہو جائے کہ محدثین جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں آیا واقع میں کسی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے یا صرف ظن ہوا کرتا ہے محدثین نے لکھا ہے کہ موضوعیت حدیث کی کئی طور سے معلوم ہوا کرتی ہے کبھی راوی میں کوئی قرینہ ہوتا ہے کبھی نفسِ حدیث میں اور کبھی خارج میں چنانچہ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں لکھا ہے، **ویعرف الوضع باقرار واضعه او معنی اقراره او قرینة فی الراوی او المروی فقد وضعت احادیث یشهد بوضعها رکاکة لفظها ومعانیها**[1]، یعنی پہچانا جاتا ہے موضوع ہونا حدیث کا واضع کے اقرار سے یا ایسی بات سے جو معناً اقرار ہو۔

قرینہ در راوی

یا اس قرینہ سے جو راوی میں ہو یا مروی میں کیونکہ بہت سی حدیثیں ایسی بنائی گئی ہیں کہ اُس کے موضوع ہونے پر رکاکت اس کے لفظ اور معنی کی گواہی دے دیتی ہیا نتہا، پر جب قرائن سے وضاع کذاب ہونا کسی راوی کا ثابت ہو جائے تو ہمیشہ کے واسطے وہ شخص ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے اور سب روایتیں اُس کی غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں چونکہ رجوع اس بحث کا طرف جرح وتعدیل کے ہے اِس لئے کسی قدر اُس کا حال لکھنا مناسب سمجھا گیا۔ حقیقت میں یہ بحث بہت وسیع اور طویل الذیل ہے جس میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اجمال اُس کا یہ ہے کہ مدار جرح وتعدیل کا محدثین کے اجتہاد پر ہے۔ اِسی وجہ سے ایک ہی راوی پر کسی نے جرح کی اور نہ کسی نے تعدیل۔ اور ایک ہی صفت کسی کے نزدیک قابل جرح ہے اور کسی کے نزدیک نہیں اکابر محدثین رحمہم اللہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق قواعد جرح وتعدیل کے ایجاد کئے اور جزئیات کو یعنے ہر ہر شخص کے جرح وتعدیل کو اُس پر متفرع کیا پھر عامۂ محدثین نے اُن کی تقلید کی اور اپنے اپنے معتمد علیہ کے قاعدوں اور جرح اور تعدیل کو بہ حسنِ ظن مان لیا۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو نکت میں لکھا ہے اُس سے بھی مستفاد ہے،

---

۱) التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر النذیر فی أصول الحدیث النوع الحادی والعشرون : الموضوع.

وسبب الاختلاف فی ذالک انما هو من جهة ان کل من رجح اسناد اکانت اوصاف رجال ذلک الاسناد عنده اقوی من غیره بحسب اطلاعه فاختلفت اقوالهم لاختلاف اجتهادهم (۱)۔ پس مثال اُس کی بعینہ ایسی ہوئی جیسے فقہائے مجتہدین علیہم الرحمۃ نے اجتہاد سے قواعد مقرر کئے اور جزئیات مسائل کو اُس پر متفرع کیا مگر فرق اتنا ہے کہ اکثر دلائل وشواہد فقہا کے کتاب وسنت واجماع ہیں اور اکثر دلائل وشواہد محدثین کے تجربے ہیں مثلاً فقہا نے قاعدہ ایجاد کیا ہے **الامر للوجوب** تو دلیل اُس پر آیت پیش کریں گے یا حدیث واجماع۔ اور محدثین نے جو قاعدہ ایجاد کیا ہے کہ رافضی کی روایت مقبول نہیں تو دلیل اُس کی تجربہ ہوگی اور محدثین کی نظر اسناد سے متعلق ہے جو راویوں کے سلسلہ کا نام ہے اس لئے کہ بعد تحقیق جب کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو مطلب اُس کا یہی ہوتا ہے کہ راوی اُس کے ضابط وعادل ہیں یا نہیں اور فقہا کی نظر حدیث اور قرآن سے متعلق ہے اور محدثین کا مطلب اصلی یہ ہے کہ حتی الامکان الفاظ حدیث محفوظ رہیں۔ اور مقصود فقہا کا یہ کہ مراد شارع کی معلوم ہوجائے **کما فی المیزان** وجہ اُس کی یہ ہے کہ زمانۂ صحابہ کے بعد دوقسم کی ضرورتیں پیش ہوئیں، ایک حفاظت الفاظ دوسرے فہم معنی اور رفع تعارض جو ظاہرہ احادیث وآیات میں معلوم ہوتا ہے جو علماء کے امر اول کے متکفل ہوئے وہ محدثین ہیں اور امر ثانی کے متکفل فقہا۔ پہلی ضرورت کی وجہ یہ تھی کہ بے دین لوگوں نے حدیثیں بنانا شروع کردیا تھا۔ اس لئے علماء رحمہم اللہ نے اس خرابی کے اٹھانے کی فکر کی۔ چنانچہ امام مسلم نے صحیح کے **باب الاسناد من الدین** میں قول ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے کہ پہلے اسناد کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ پھر جب فتنہ واقع ہوا تو علماء نے حدیث بیان کرنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ پہلے اپنے رجال کو بیان کرو کہ تم نے کس سے لیا ہے اور تمہارے شیخ نے کس سے پھر اسناد کو دیکھئے پس اگر ہوتا اُس میں کوئی اہل بدعت سے یعنی غیر اہل سنت وجماعت تو چھوڑ دیتے اُس حدیث کو انتہی۔ (۲)

---

۱) الموضوعات لابن الجوزی، تقدیم (المحقق) النکت علی کتاب ابن الصلاح، الباب الرابع، النوع الاوّل : الصحیح.

۲) صحیح مسلم ،طباعة هندیة : ۱/۱۱.

اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے کہ کہا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہ ہم لوگ جو روایت تم سے بیان کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ الہ وسلم سے ہم نے سنا ہے بلکہ بہت سی روایتیں ایسی ہیں کہ اپنے اصحاب یعنی صحابہ سے ہم نے سنا ہے پھر آفتیں سرایت کرنے لگیں یہاں تک کہ تہمتیں واقع ہوئیں بسا احتیاج ہوئی طرف اُس کے کہ عدالت راوی کی دریافت کی جائے، **کما قال البراء بن عازب رضی الله عنه لیس کلمانحد ثکموه سمعناه من رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ولکن حدثنااصحابنا ثم لم تزل الافات تدب حتی وقعت التهم فا حتیج الی اعتبار العدالة** (۱)۔ مقصود یہ کہ صحابہ کی کل روایتیں مقبول ہیں گو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ الہ وسلم سے اُن کو نہ سنا ہو لیکن زمانہ تابعین میں چونکہ ہزارہا حدیثیں بننے لگیں اس لئے دریافت عدالت کی ضرورت ہوئی ۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ **قال الحکم سمعت حماد بن زید یقول وضعت الزناد قة علی رسول الله صلی الله علیه اله وسلم اربعة عشر الف حدیث** (۲)، الحاصل محدثین حفاظت الفاظ کی طرف متوجہ ہوئے اور فقہاء تدبر معنی کے طرف اور مقصود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اسی قسم کا اُس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے جو مشکوٰۃ میں ہے۔ **عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم نضر الله عبد اسمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها فرب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه رواه الشافعی والبیهقی واحمدو الترمذی وابودائود والدارمی** (۳)۔ ترجمہ

---

۱) الموضوعات لابن الجوزی، الباب الثالث فی الامر ابعاد الرجال والتحذیر

۲) الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح النوع الحادی والعشرون: معرفة الموضوع شرح التبصرة والتذکرة ألفیة العراقی، الموضوع، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، تجویز الکرامیة الوضع فی الترغیب والترهیب ورد العلماء علیهم، الکفایة فی علوم الروایه للخطیب البغدادی، باب فی وجوب اطراح المنکر والمستحیل من الاحادیث،

۳) مسند احمد، مسند انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه، رقم: ۱۳۳۵۰. مسند الشافعی ترتیب سنجر، باب النصیحة، رقم: ۱۸۰۶. معرفة السنن والآثار ،الحجة فی تثبیت خبر الواحد، رقم: ۴۴. سنن ترمذی، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، رقم: ۲۶۵۸. سنن دارمی، باب الاقتداء بالعلماء، رقم: ۲۳۴.

روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہا انھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ تر وتازہ وخوش رکھے اللہ تعالی اُس بندے کو جس نے سنی میری بات پس خوب یاد رکھا اُس کو اور پہنچا دیا یعنے دوسرے کو کیونکہ بہت فقہاء سے وہ شخص جو اُن سے حدیث لی فقیہ اور سمجھدار زیادہ ہیں۔ روایت کیا اُس کو امام شافعیؒ اور بیہقیؒ اور امام احمد حنبلؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور دارمیؒ نے انتہیٰ۔ یعنی ہر راوی کو فقیہ ہونا ضرور نہیں صرف حفاظت حدیث اُس کا کام ہے۔ یہ اشارہ ہے طرف محدثین کے پھر پہنچانا اُس کا دوسرے کو کہ غالبًا اُن میں فقیہ اور سمجھدار لوگ بھی ہونگے اشارہ ہے طرف فقہا کے اُس سے معلوم ہوا کہ فقہا محدثین بھی ہیں اور معنی حدیث کے خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع کے **باب ماجاء فی غسل المیت** میں فرماتے ہیں، **وکذلک قال الفقھاؤھم اعلم بمعانی الحدیث** (۱)، یعنی فقہا حدیث کے معنی محدثین سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہر چند محدثین معنی سے بھی بحث کرتے ہیں مگر وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ ایسی بحث ہے کہ جیسے فقہا بھی کبھی رجال سے بحث کر لیتے ہیں۔ الحاصل کام ہر ایک کا علیحدہ ہے اور اسی کی تصریح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں قول اُن کا نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ فقہ اور حدیث دونوں حاصل کر لے یہ کہاں ہوسکتا ہے (۲) انتہےٰ۔ یعنی ہر شخص میں یہ صلاحیت نہیں کہ دونوں میں کمال حاصل کرے اسی تقریر سے محدثین اور فقہا کے اجتہادوں کا فرق معلوم ہوا کلام اس میں تھا کہ محدثین جو قواعد جرح وتعدیل کے مقرر کئے ہیں مدار اُن کا تجربہ اور وجدان پر ہے اسی وجہ سے اہلِ بدعت سے روایت لینے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے ابھی معلوم ہوا کہ زمانۂ تابعین میں اہل ہوا سے کسی فرقہ کی روایت نہیں لیجاتی تھی۔ (۳) اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب معلوم ہوتا ہے کہ کل اہل بدعت سے روایت درست ہے چنانچہ

---

۱) سنن ترمذی، باب ماجاء فی غسل المیت، رقم : ۹۹۰.

۲) مقدمة ارشاد الساری للقسطلانی :الفصل الثالث ،ص:۲۸ ،بیروت

۳) مقدمة صحیح مسلم :باب الاسناد من الدین.

مسلم شریف میں روایت ہے کہ پوچھا سلیمان بن موسیٰ نے طاوس سے کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس قسم کی روایت کی ہے مقصود یہ ہے کہ اُس سے روایت لوں یا نہ لوں کہا انہوں نے **ان كان صاحبك مليا فخذ عنه.** (۱) یعنی جس سے تم روایت لیتے ہو اگر وہ غنی ہے تو لے لو اُس سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس سرمایۂ حدیث کا زیادہ ہو اُس سے روایت لینا ہوسکتا ہے مذہب کی کچھ قید نہیں یزید بن ہارون کا مذہب یہ ہے کہ سوائے روافض کے کل اہلِ بدعت سے روایت جائز ہے۔ چنانچہ **میزان الاعتدال** میں امام ذہبی نے ترجمہ ابراہیم ابن الحکم میں نقل کیا ہے، **قال ابن اهاب سمعت يزيد بن هارون يقول يكتب عن كل صاحب بدعة اذالم يكن داعية الاالرافضة فانهم يكذبون.** (۲) یعنی مومل ابن اہاب کہتے ہیں کہ سنا میں نے یزید بن ہارون سے کہ کہتے تھے ہر بدعت والے سے حدیث کی روایت درست ہے اگر اپنے مذہب کی تائید میں نہ لایا ہو سوائے روافض کے کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں۔ انتہیٰ اور روافض سے روایت نہ لینے پر اکثر محدثین مثل امام شافعی وشریک ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ کا اتفاق ہے چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ ضمن ترجمہ ابراہیم مذکور میزان میں لکھا ہے۔ **قال اشهب سئل مالك رحمةالله عليه عن الرافضة فقال لا تكلمهم ولا ترو عنهم فانهم يكذبون وقال حرملة سمعت الشافعى رحمةالله عليه يقول لم ار اشهد بالزورمن الرافضة وقال محمد بن سعيد الاصبهانى رحمةالله عليه سمعت شريكا يقول احمل العلم عن كل من لقيت الاالرافضة فانهم يصنعون الحديث ويتخذونه دينا.** (۳) یعنی اشہب کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ روافض سے حدیث لینے کا کیا حال ہے کہا کہ اُن سے نہ بات کرو اور نہ روایت لو۔ کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں اور کہا حرملہ نے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ

۱) صحيح مسلم، باب فى أن الاسناد من الدين، سنن دارمى، باب فى الحديث عن الثقات، رقم : ۴۲۸.
۲) ميزان الاعتدال، حرف الاف، ابراهيم بن حكم بن ظهير الكوفى، ۷۳.
۳) ميزان الاعتدال، حرف الاف، ابراهيم بن حكم بن ظهير الكوفى، ۷۳.

رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا میں نے نہیں دیکھا۔اور کہا محمد بن سعید اصبہانی نے کہ سُنا میں نے شریک سے کہ کہتے تھے تم جس سے ملو حدیث لے لو سوائے رافضیوں کے کہ وہ حدیث بنا لیتے ہیں اور پھر اُس کو دین ٹہرا لیتے ہیں انتہیٰ۔اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں روایت کیا کہ عبداللہ بن مبارک علی روس الاشہاد کہتے تھے کہ چھوڑ دو حدیث کو عمرا بن ثابت کی کہ وہ سلف کو گالیاں دیتا ہے انتہیٰ۔فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے، **قال ابوالعرب فی الضعفامن لم یحب الصحابة فلیس بثقة ولا کرامة**[1]، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتقلید بعض اساتذہ کے روایت روافض کو جائز رکھا ہے۔

مبتدع کے قبول روایات میں اختلاف

چنانچہ عباد بن یعقوب اسدی اور عبدالملک بن عین کی روایتوں کو صحیح میں داخل فرمایا جن کا حال **میزان الاعتدال** میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے اور سلف کو گالیاں دیتے تھے اور صحابہ کی شان میں بے طور گفتگو کیا کرتے تھے۔اور عبدالملک بن عین کو- ذہبی نے میزان میں اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے۔اور میزان میں عبدالرزاق بن ہمام کو لکھا ہے کہ وہ بھی رافضی تھے اور صحابہ کی شان میں سخت بدگوئی کیا کرتے تھے۔عباس بن عبدالعظیم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔باوجود اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فن حدیث میں میں نے اُن سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔یحیٰ بن معین اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ مرتد بھی ہو جاویں تو بھی اُن کی حدیث کو ہم نہ چھوڑیں گے انتہیٰ ملخصاً من **المیزان** اور اُسی میزان میں لکھا ہے کہ یحیٰ بن معین قسم کھا کر کہتے تھے کہ احمد بن عیسیٰ تستری کذاب ہے باوجود اس کے امام بخاری وغیرہ محدثین رحمہم اللہ نے اُن سے روایت لی ہے اور اُسی میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے یہ قاعدہ ٹہرایا ہے کہ جس کو میں نے منکر الحدیث کہا اُس سے روایت کرنا حلال نہیں پھر انہوں نے

---

1)فتح الباری لابن حجر ، الفصل التاسع فی سیاق أسماء من طعن فیه من رجال هذا الکتاب مرتباً لهم

عبدالملک بن عبدالرحمٰن کو منکر الحدیث کہا ہے باوجود اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایت کی ہے سوائے اس کے بہت ایسے راوی ہیں جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منکر الحدیث کہا اور مسلم شریف میں اُن کی روایتیں موجود ہیں۔ عبداللہ بن جعفر جہمیہ کی طرف مائل تھے اسی وجہ سے امام احمد حنبل، اور مسلم، ابوداود، رحمہم اللہ نے اُن کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ اُن کی روایتوں سے صحیح بخاری بھری ہوئی ہے عمر بن نافع کی نسبت سعد کہتے ہیں کہ محدثین اُن کے ساتھ احتجاج نہیں کرتے باوجود اس کے صحیحین میں اُن کی روایتیں موجود ہیں۔

عقیلی وغیرہ کو امام بخاری کا نصیحت کرنا

عقیلی علی بن عبداللہ و جعفر وغیرہ چند محدثین میں کلام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے کہا اے عقیلی کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسے لوگوں میں کلام کرتے ہو؟ تمہاری اتباع ہم نے اس لئے کیا ہے کہ اُن بزرگوارں پر جو مطاعن ہیں اُن کو دفع کروگے۔ اگر ان حضرات کی حدیثیں چھوڑ دیئے جائیں تو یہ نوبت پہنچ جائیگی کہ ہم لوگ دروازہ بند کر کے گھر بیٹھ رہیں خطاب موقوف ہو جائے۔ آثار منقطع ہو جائیں۔ زندیقوں کا غلبہ ہو جائے، دجال نکل آئے۔ **کلہ من المیزان** عکرمہ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یحییٰ بن معین، اور ابن مسیّب اور محمد بن سیرین اور علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے کذاب کہا ہے اور ابن ذہب بھی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہ تھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اُن کے ذکر اور اُن سے روایت کرنے کو مکروہ جانتے تھے باوجود اس کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتقلید بعض اساتذہ کے اُن پر اعتماد اور ان کی روایتوں کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے انتہیٰ ملخصاً من **المیزان**۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی شاگردی پر اکابر محدثین کو فخر ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو شیخ مشائخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں یحییٰ بن معین وغیرہ

محدثین کے حلقہ کو چھوڑ کر اُن کی صحبت اختیار کی یہاں تک کہ اُن کی سواری کے ساتھ پیدل چلتے تھے۔ اور جب یحییٰ بن معین نے اُس میں کلام کیا تب امام احمد نے کہا کہ اگر تم بھی اُن کی سواری کے دوسری جانب چلو تو تمہیں نفع ہوگا۔ **کما نقل الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃاللہ علیہ فی "توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس" واخرج ابن عدی من وجہ اخران الشافعی رحمۃاللہ علیہ لما قدم بغداد لزمہ احمد مع بغلتہ فاخلی الحلقہ التی کان یجتمع فیھا مع یحیی بن معین واقرانہ وایضاًفیہ وروی الخطیب من طریق صالح بن احمد بن حنبل قال مشی ابی مع بغلۃ الشافعی رحمۃاللہ علیہ فبعث الیہ یحیی بن معین یعنی یعاقبہ فقال احمد لو مشیت من الجانب الاٰخر کان انفع لک**[1]، اور اُسی **توالی التاسیس** میں ہارون بن سعید کا قول نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص تھے اگر پتھر کے کھم کو لکڑی کا کھم کہہ دیتے تو ثابت کر دیتے۔ **کما قال وقال الزکریا السامی حدثنی ابو بکر بن سعد ان قال سمعت ھارون ابن سعید یقول لو ان الشافعی رحمہ اللہ ناظر علی ھذا العمو د الذی من حجارۃ بانہ من خشب لغلب لا قتدار ہ علی المناظرۃ**[2] اور اس کے سوا انکے علم وتقوی وحفظ وورع وغیرہ فضائل پر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔

اسناد سلسلۃ الذہب

اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے **فتح المغیث** میں لکھا ہے کہ محدثین اس اسناد کو **سلسلۃ الذھب** کہتے ہیں۔

---

۱) طرح التثریب فی شرح التقریب ، ترجمۃ محمد بن اسحاق بن خزیمہ ابو بکر السلمی ، تاریخ دمشق لابن عساکر ، محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع ، تھذیب الکمال فی اسماالرجال ، محمد بن احمد بن الحسین بن مدویہ القرشی الترمذی وقد تقدم.

۲) تاریخ دمشق لابن عساکر ، حرف المیم ، محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع.

عن احمد عن الشافعی عن مالک عن نافع ،اورامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ باوجودیکہ میں نے نسخہ موطا کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دس بارہ شاگردوں سے جو حفاظ حدیث تھے سنا تھا لیکن جب شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو پھر اس کا اعادہ کیا کیوں کہ میں نے ان کو اُن سبھوں سے بہتر پایا۔الحاصل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان اور تبحر علوم وغیرہ فضائل پر اکابرین محدثین کا اتفاق ہے باوجود اس کے امام بخاری و مسلم ،نسائی ۔ابوداود، ترمذی رحمہم اللہ علیہ نے اُن کے روایات کو صحاح میں داخل نہیں کیا الا نادرًا ۔امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر العلمین میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین زندہ ہونے اور ایمان لانے کی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا ہے۔اس لئے کہ اُس کے اسناد میں محمد بن زیاد، اوراحمد بن یحییٰ ،محمد بن یحییٰ غیر ثقہ اور مجہول ہیں ۔امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر چہ دارقطنی نے محمد بن یحییٰ کو مجہول کہا ہے مگر ازدی نے صرف ضعیف کہا۔اورابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ وہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں۔

محمد بن یحییٰ کے احوال

ابوسعید بن یونس نے اُن کا حال تاریخ مصر میں یوں لکھا محمد بن یحییٰ ، بن محمد، بن عبدالعزیز، بن عمر بن عبدالرحمٰن، بن عوف، کنیت اُن کی ابوعبداللہ ہے وہ مصر گئے اوراُن سے اسحٰق بن ابراہیم کناس اورزکریا بن یحییٰ بغوی اور سہل بن سوادہ اورمحمد بن فیروز اورمحمد بن عبداللہ بن حکم نے روایت کی اورانتقال اُن کا 258 ہجری میں عاشورہ کے دن ہوا۔اوراحمد بن یحییٰ بھی مجہول نہیں اس لئے ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روایت کی ان سے حرملہ بن یحییٰ تجیبی اورابوسعید بن یونس نے جس کا ترجمہ اس قسم کا ہو اُس کی حدیث معتبر سمجھی جاتی ہے اورمحمد بن زیاد ائمہ قرأت وتفسیر سے ہیں اگر اُن میں کسی قدر ضعیف بھی ہے تو سوائے اُن کے دوسرے طریقوں سے بھی روایت وارد ہے، چنانچہ اُن طریقوں کو بھی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے

متقدمین اور متاخرین کا جرح وتعدیل میں اختلاف

مقصود یہ ہے کہ جو لوگ مجہول ٹھہرائے گئے تھے جن کی وجہ سے حدیث موضوع قرار دی گئی تھی خود محدثین نے اُن کو معروف کہا ہے اور جن وجوہ سے حدیث موضوع ٹھہرائی گئی در اصل خود قابل تسلیم نہیں۔ الحاصل راویوں کی جرح وتعدیل میں بہت کچھ اختلاف ہوا کرتا ہے ایک ہی شخص کسی کے پاس مقبول ہے اور کسی کے پاس مخدوش۔ یہ بات فن رجال سے بخوبی ثابت ہوسکتی ہے۔ اور اس کا مدار قدمائے محدثین رحمہم اللہ کی رائے اور اجتہاد پر ہے جنہوں نے تجربہ اور وجدان سے قاعدہ ایجاد کئے اور اپنے معاصرین کی جرح اور تعدیل کی۔

چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نکت میں لکھا ہے، **فاختلفت اقوالهم لاختلاف اجتهادهم** (۱)، پھر متاخرین نے اپنے اپنے معتمد علیہ کی تقلید کر کے ہر ایک پر حکم لگایا اور اُسی وجدان یا تقلید کی وجہ سے جس کی نسبت جو اعتقاد کیا خواہ جرح ہو یا تعدیل اُسی پر قائم رہے۔

تعدیل بعد جرح کے مفید نہیں

حالانکہ محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ تعدیل بعد جرح کے مفید نہیں۔ چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خطیب کا قول نقل کیا ہے، **قيل ان زاد المعدلون قدم التعديل لان كثرتهم يقوى حالهم ويوجب العمل بخبرهم وقلة المجرحين يضعف خبرهم قال الخطيب وهذا خطاءٌ وبعدٌ ممن توهمه لان المعدلين وان كثروا لم يخبروا عن عدم ما اخبر به الجارحون ولو اخبروا بذالك لكانت شهادة باطلة على نفى** (۲) یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ

---

۱) النكت على كتاب ابن الصلاح لابن حجر، الباب الرابع، النوع الاول، الصحيح.

۲) تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى، النوع الثالث والعشرون، الخامسة هل يشترط العدد فى الجرح والتعديل، الشذاالفياح من علوم ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون، معرفة من تقبل روايته

معدلین اگر زیادہ ہوں اور جرح کرنے والے کم تو معدلین کا قول معتبر ہوگا سو یہ اُن کی خطا ہے اس لئے کہ جو علت جرح کرنے والوں نے قائم کی ہے معدلین نے اس کے عدم کی خبر نہیں دی اور اگر دی بھی تو وہ گواہی نفی کی ہوگی اور نفی کی گواہی باطل ہے انتہیٰ۔

تقلید امام بخاری خلاف نص

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قدمائے محدثین نے اگر کسی پر جرح کی ہو اور اُسی شخص کی تعدیل متاخرین سے کسی نے کی تو یہ تعدیل تقلیداً ہوگی نہ تحقیقاً۔ اس لئے کہ اگر معدلین کو درجہ شہود میں قائم کریں تو بھی یہ شہادت نفی کی ہوگی جو باطل ہے خصوصا مقابلہ میں شہادت اثبات کے جو عدول نے دی ہے۔ مثلاً عکرمہ کو ابن سیرین اور یحیٰ بن معین وغیرہ اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب کہا ہے اور ایوب نے کہا کہ وہ کذاب نہ تھے۔ باوجود اس کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُن کے اور دوسرے بعض اساتذہ کے قول اور ان کی روایات کو صحیح میں داخل کیا تو یہ تعدیل تقلیداً ہے کیونکہ تقلید کے معنی یہی ہیں کہ کسی معتبر شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینا اور یہ تقلید ایسے امر میں ہوئی جو جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بہ گواہی نفی شہادت اثبات کی تردید ہوئی جو باطل ہے۔

کسی راوی کو محدثین کے وضاع اور کذاب کہنے سے وہ متروک نہیں ہوتا

الحاصل اس سے معلوم ہوا کہ جرح اور تعدیل کی بنا اجتہاد پر ہے اُس سے واقع کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے ایک ہی حدیث کو بعض حسان کے قریب کر دیتے ہیں۔ اور بعض موضوعات کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن جوزی نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے: **القسم الخامس الشديد الضعف الكثير التزلزل فهذا تتفاوت مراتبه عند العلماء فبعضهم يدنيه من الحسان ويزعم انه ليس بقوى التزلزل وبعضهم يرى شدة تزلزله فيلحقه بالموضوعات** [1]، اگر کسی حدیث کے اسناد میں کوئی راوی ایسا ہو جس کو محدثین نے وضاع اور کذاب کہا ہے تو بھی اس حدیث کو

[1] الموضوعات لابن الجوزی، تقدیم (المحقق).

قطعاً موضوع کہہ نہیں سکتے بلکہ اگر کوئی راوی خود خبر دے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے اُس کو بھی قطعاً موضوع نہیں کہتے۔ چنانچہ نکت میں ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ امام نسائی کے شرائط، امام بخاری اور مسلم سے بھی سخت ہیں۔ **کما قال وحکی ابو الفضل ابن طاهر قال سالت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقه فقلت له ان النسائی لم یحتج به فقال یابنی ان لابی عبدالرحمن شرط فی الرجال اشد من شرط البخاری و مسلم**[۱]۔

کسی راوی متروک الروایت کی روایت سے حدیث موضوع نہیں ہوتی ہے

باوجود اس کے اُن کا قول ہے کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے متروک ہونے پر نہ ہوجائے وہ متروک نہیں ہوسکتا اور جس حدیث کی اسناد میں اس قسم کا راوی ہو قطعاً وہ حدیث موضوع نہیں ہوسکتی۔ **کما قال فی النکت ایضاً قال النسائی لا یترک الرجل عندی حتی یجتمع الجمیع علی ترکه**[۲]، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری کے باب (**من جوز الطلاق الثلث**) میں لکھا ہے **ولیس کل راوٍ مختلف فیه مردود** بلکہ اگر خود راوی کہہ دے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے تو اُس حدیث کو بھی قطعاً موضوع نہیں کہہ سکتے چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، **قال البخاری فی التاریخ الاوسط حدثنی یحیی الایشکری عن علی بن جریر قال سمعت عمر بن صبیح یقول انا وضعت خطبة النبی صلی الله علیه و اله و سلم وقد استشکل ابن دقیق العید الحکم بالوضع باقرار من ادعی وضعه لان فیه عملا بقوله بعد اعترافه علی نفسه بالوضع قال وهذا کاف فی رده لکن لیس بقاطع فی کونه**

---

۱) النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر، الباب الرابع ، النوع الثانی : الحسن ، تاریخ الاسلام للذهبی ، الطبقة الحادیة و الثلاثون ، وفیات هذه الطبقة، البدر المنیر ، شروط الائمة، واماشرط أبی عبد الرحمن النسائی.

۲) النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر، الباب الرابع ، النوع الثانی : الحسن .

موضوعاً لجواز ان یکذب فی ھٰذاالاقرار بعینه وقیل ھذالیس باستشکال منه انما ھو توضیح وبیان وھو ان الحکم بالوضع بالاقرار لیس بامر قطعی موافق لما فی نفس الامر لجواز کذبه فی الاقرار علی حدما تقدم ان المراد بالصحیح والضعیف ماھو الظاھر لامافی نفس الامر (۱)،یعنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ اوسط میں لکھا ہے کہ روایت کی مجھ سے یحییٰ یشکری نے علی بن جریر سے کہا انھوں نے کہ سنا میں نے عمر بن صبیح سے وہ کہتے تھے بنایا میں نے خطبہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ حدیث بنانے والے کے اقرار پر حدیث کو موضوع کہنے میں اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اُس میں بھی لازم آتا ہے۔ کہ بعد اعتراف وضع کے اُس کے قول پر عمل کیا جائے اور یہ اگرچہ اُس حدیث کے رد کرنے کے لئے کافی ہے لیکن قطعاً یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ حدیث نفس الامر میں موضوع ہو۔ کیوں کہ جائز ہے کہ کسی غرض سے جھوٹ اقرار کرلیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ اشکال نہیں۔ مقصود اس بیان سے توضیح ہے کیوں کہ حکم بالوضع اقرار سے قطعی اور موافق نفس الامر کے نہیں ہے کیوں کہ جائز ہے کہ وہ اقرار جھوٹا ہو۔ یہ ایسی بات ہے جیسے صحیح اور ضعیف کا حکم کرنا ظاہر پر ہوتا ہے نہ بحسب نفس الامر انتہٰی۔

محدثین کے حکم بحسب ظاہر ہیں

یعنی محدثین کے کل حکم بحسب ظاہر ہیں نفس الامری نہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ قریب آئے گا پھر جب خود اقرار سے واضع کے موضوعیت واقعی ثابت نہ ہو تو صرف قرائن سے کیوں کر ثابت ہو سکے۔ اور جب ایسے شخص کی حدیث کو بعض اہل حدیث اپنے کتابوں میں بلا تصریح موضوعیت کی روایت کریں جن کو محدث مانتے ہیں تو وہ خود راوی قابل ترک نہ ہوگا۔ میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے لکھا ہے ولا یستحق الترک، من روی عنه بعض الثقات (۲) یعنی جس شخص سے بعض ثقاۃ نے روایت کی ہو تو وہ شخص ترک

---

۱) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: النوع الحادی والعشرون الموضوع ، تعریف الوضع وکیفیة معرفته

۲) میزان الاعتدال : حرف الخاء : ترجمة خالد بن نافع ألاشعری .

کرنے کے قابل نہ ہوگا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ابھی معلوم ہوا کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے متروک ہونے پر نہ ہو جائے تو وہ متروک نہیں ہوتا۔

راوی کے ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اُس کے مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوتے

الحاصل راوی کے ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اُس کے مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوتے۔ اب اُن قرائن کو دیکھنا چاہئے جو نفس حدیث میں ہوں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ الفاظ حدیث میں رکاکت ہو جو شانِ فصاحتِ نبوی **(علی صاحبها الف الف صلوة وتسلیم)** سے بعید ہے۔ اور یہ قرینہ بھی قطعی نہیں اس لئے کہ روایت بالمعنی اکثر محدثین کے پاس درست ہے تو جائز ہے کہ وہ راویت بالمعنی ہو یعنے مضمون اُس کا صحیح اور الفاظ حدیث شریف کے نہ ہوں۔ چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قول شیخ الاسلام کا نقل کیا ہے، **اما رکاکة اللفظ فقط فلا تدل علی ذلک لاحتمال ان یکون رواه بالمعنی فغیر الفاظه بغیر فصیح** [۱]، دوسرا قرینہ یہ ہے کہ معنی میں رکاکت ہو اس کے کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ مخالف عقل کے ہو یہ بھی کلیہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جس عقل کی مدح میں حدیث، **قوام المرء عقله وافلح من رزق لبًا** [۲] وارد ہے وہ خود کیمیا ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں، **ما خلق الله شیئافی الارض اقل من العقل وان العقل فی الارض اقل وفی روایة اعزمن الکبریت الاحمررواه الرویانی** [۳] **وابن عساکر عن معاذ بن جبل رضی الله عنه کما فی الجامع الصغیر** [۴]، یعنی

۱) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، النوع الحادی والعشرون الموضوع، تعریف الوضع وکیفیة معرفته
۲) المعجم الکبیر للطبرانی، قرة بن هبیرة القشیری، رقم: ۷۰. شعب الایمان فصل فی فضل العقل هو من النعم العظام، رقم: ۴۳۳۳، ۴۳۲۳.
۳) الرویانی: امام ابو بکر محمد بن هارون الرویانی: صاحب المسند المشهور' (م: ۳۰۷ھ)
۴) الجامع الصغیر للسیوطی، رقم: ۱۱۸۴۴.

روایت ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی شئے زمین پر جو عقل سے زیادہ نادرالوجود ہو البتہ عقل روئے زمین پر کبریت احمر سے بھی زیادہ نادرالوجود ہے۔ اگر ایسی عقل سلیم نصیب نہ ہو تو اُس احادیث کو جو بظاہر خلاف عقل ہیں مگر اعتقاد سے مان لی گئیں مثل احادیث معراج وحشر وصراط وغیرہ کے اعتقاداً مان سکتے ہیں جب تک کہ خلاف عقیدۂ اہل سنت و جماعت نہ ہو۔ اور اگر بظاہر خلاف عقیدہ بھی ہے مگر تاویل صحیح قبول کرسکتی ہے تو جب بھی قطعاً موضوع نہ ہوگی۔ کیونکہ اکثر احادیث میں تاویل ہوا کرتی ہے تو جائز ہے کہ بھی اس قسم کی ہو چنانچہ خطیب کی تصریح سے یہ بات ابھی ظاہر ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خلاف نصوص قطعیہ یا حدیث متواترہ یا اجماع وغیرہ کے ہو تو یہ بھی نفس الامر میں موضوع اُس وقت سمجھی جائے گی جبکہ تاویل قبول نہ کرے۔ اور ظاہر ہے کہ باب تاویل وسیع ہے۔ تدریب الراوی میں لکھا ہے، **و مما يدخل في قرينة حال المروى ما نقل عن الخطيب عن ابى بكر ابن الطيب ان من جملة دلائل الوضع ان يكون مخالفاً للعقل بحيث لا يقبل التاويل ويلتحق به ما يدفعه الحس والمشاهدة اويكون منافيا لدلالة الكتاب القطعية اوالسنة المتواترة اوالاجمال القطعى اماالمعارضة مع امكان الجمع فلا**(۱)، یعنی جو قرینے مروی میں ہوتے ہیں اُن میں سے چند وہ ہیں جو خطیب سے نقل کئے گئے ہیں انہوں نے نقل کیا ہے ابوبکر بن طیب سے کہ من جملہ دلائل وضع کے ایک یہ ہے کہ حدیث مخالف عقل ہو اس طور پر کہ تاویل قبول نہ کرسکے اور اس کے ساتھ یہ قرینہ بھی لاحق ہے کہ دفع کرے اُس حدیث کو حس اور مشاہدہ یا منافی دلالت قطعی کتاب یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے ہو لیکن جب کسی طور سے اُن دونوں میں توفیق ہو سکے اور منافاۃ اٹھ جائے تو وہ بھی قرینہ وضع کا نہ ہوگا انتہیٰ۔

---

۱) تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى، النوع الحادى والعشرون الموضوع، تعريف الوضع وكيفية معرفته. (ص ۹۹) مطبعة خيرية، مصر.

قال ابن حجر فی النکت ولوفتح الناس هذا الباب (ای الحکم بالوضع للتعارض) لردا لاحادیث لادعی کثیر من احادیث الصحیحین البطلان[1].

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل النجاة میں لکھا ہے قال ابن حجر فی نکته علی ابن الصلاح قد اخطاء من حکم بالوضع بمجرد مخالفة السنة واکثر من ذلک الجوز قانی فی کتاب الاباطیل وهذا انما یتاتی حیث لایمکن الجمع بوجه من الوجوه امامع امکان الجمع فلاکما زعم بعضهم ان الحدیث الذی رواه الترمذی وحسنه من حدیث ابی هریرة لایؤُمَّنّ عبد قوما فخص نفسه بدعوة دونهم فان فعل فقد خانهم موضوع لانه صلی الله علیه وسلم قدصح عنه انه کان یقول اللهم باعد بینی وبین خطایای وغیر ذلک لانانقول یمکن حمله علی مالا یشرع للمصلی من الادعیة لان الامام والماموم یشترکان فیه بخلاف مالم یوثره وکما زعم ابن حبان فی صحیحه ان قوله صلی الله علیه وسلم انی لست کاحدکم انی اطعم واسقی دال علی ان الاخبار التی فیها انه کان یضع الحجر علی بطنه من الجوع باطلة وقدرد علیه ذلک الحافظ ضیاء الدین الدمشقی وکفی هذا کله کلام حافظ ابن حجر فی النکت وقال الشیخ بدرالدین الزرکشی فی تعلیقه علی ابن الصلاح جعل بعضهم من دلائل الوضع ان یخالف صحیح السنة وهذه هی طریقة ابن خزیمة وابن حبان وهی ضعیفة لا سیما حیث امکن الجمع قال ابن خزیمة فی صحیحه فی حدیث لا یومن عبد قوما فیخص نفسه بدعوة فان فعل فقد خانهم هذا حدیث موضوع فقد ثبت قوله صلی الله علیه وسلم اللهم باعدبینی وبین خطایای الحدیث لا ینتهی الی ذلک فقد حسنه الترمذی وغیره لیس بمعارض بحدیث الاستفتاح

---

[1] النکت :مبحث :التعارض فی الاحادیث (ص:۱۲۸)نسخة خطیة بالجامعة النظامیة حیدرآباد.

لامکان حمله علی مالم یشرع للامام والماموم وقال ابن حبان فی صحیحه فی قوله صلی الله علیه وسلم انی لست کاحدکم انی اطعم واسقی هذا الخبریدل علی ان الاحادیث التی جاء فیها انه کان یضع الحجر علی بطنه کلها اباطیل وانما الحجر وهو طرف الا زاراذالله جل وعلا کان یطعم رسوله ویسقیه اذا وصل فکیف یترکه جائعامع عدم الوصال حتی یشد الحجر علی بطنه ومایغنی الحجر من الجوع(۱)، انتہی۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُن احادیث کو جوشدت جوع پرآنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دلالت کریں یا جن میں **وضع حجر علی البطن** کی تصریح ہے۔ابن حبان نے باطل ٹھرایاہے حالانکہ صحیح بخاری میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔ **قال سعید سمعت عن جابر بن عبدالله قال لما حفرالخندق رایت بالنبی صلی الله علیه وسلم خمصاً شدیدا. فانکفأت الی امرأتی فقلت هل عندکِ شئی فانی رایت برسول الله صلی الله علیه وسلم خمصاً شدیداالحدیث. رواه البخاری.وعن ایمن قال اتیت جابرا فقال انایوم خندق نحفر فعرضت کدیة شدیدة فجاؤا النبی صلی الله علیه وسلم فقا لوا هذاکدیة عرضت فی الخندق فقال انانازل ثم قام وبطنه معصوب بحجر الحدیث و فی اٰخرہٖ فقلت لامراتی رایت بالنبی صلی الله علیه و اله وسلم شیأ ما کان فی ذلک صبر فعندک شی قالت عندی شعیر و عناق الحدیث رواه البخاری** (۲)۔

اورشایداسی قاعدہ کی بناپرابن جوزی نے اس حدیث کوموضوع کہاہے، **یاعلی لایحل لاحد ان یجنب فی هذا المسجد غیری وغیرک**، یعنی اے علی سوائے میرےاورتمہارے کسی کودرست نہیں کہ بحالت جنابت اس مسجد میں جاوےاور بظاہر یہ علت قائم کی کہ اُس میں اکثر شیعی ہیں حالانکہ اس حدیث کوترمذی، بیہقی نے روایت کی ہے۔اوراس کے شواہد بھی بکثرت ہیں جن کی تخریج بزاز، ابویعلی، بیہقی نے، اور بخاری اورابن عساکر نے

۱) النکت علی کتاب ابن الصلاح ، الباب الرابع ، النوع الثانی : الحسن .

۲)صحیح البخاری ، کتاب المغازی ، باب غزوة الخندق وهی الاحزاب ، رقم : ۴۱۰۲، ۴۱۰۱.

اپنی تاریخ میں کی ہے۔اور عمر بن الخطاب اور عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، سعید بن ابی الوقاص، جابر بن عبداللہ، ابی سعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایت سے وارد ہے۔ **كما قال السيوطى رحمةالله عليه فى التعقبات حديث ابى سعيد يا على لايحل لأحد يجنب فى هذا المسجد غيرى وغيرك فيه كثير النواء غالٍ فى التشيع عن عطية العوفى ضعيف قلت اخرجه الترمذى والبيهقى فى سننه من طريق سالم بن ابى حفصة عن عطية فزالت تهمة كثير وقال الترمذى حسن غريب وقد سمعه منى محمد بن اسمعيل وقال النووى انما حسنه الترمذى بشواهده قلت ورد من حديث سعد بن ابى وقاص اخرجه البزارو عمر بن الخطاب رضى الله عنه اخرجه ابو يعلى وام سلمة اخرجه البيهقى فى سننه و عائشة رضى الله عنها اخرجه البخارى فى تاريخه والبيهقى وجابر بن عبدالله اخرجه ابن عساكر فى تاريخه ومن مرسل ابى حازم الاشجعى اخرجه الزبيربن بكار فى اخبارالمدينة**(۱)۔

بلاوجہ کسی حدیث کو موضوع نہ کہنا

اگر کہا جائے کہ جب بعض محدثین نے ایسی حدیث کو موضوع کہہ دیا ہے تو اُس میں تاویل کر کے موضوعیت سے اُس کو نکالنا کیا ضروری ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حاصل ان دونوں قرینوں کا یہی ہے کہ مخالفت عقل ونصوص کی وجہ سے وہ موضوع ٹہرائی جارہی ہے۔اور جب کسی وجہ سے وہ مخالفت رفع ہوجائے تو اُس حدیث کو موضوع کہنا بلاوجہ ہوگا۔اور ظاہر ہے کہ بلاوجہ کسی حدیث کو موضوع کہہ دینا گناہ سے خالی نہیں اور یہ صریح ممنوع ہے۔ **كما ورد عن سليمان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كذب على متعمداً فليتبوأ بيتا فى النار ومن رد حديثا بلغه عنى فانا مخاصمه يوم القيمة واذا بلغكم عنى حديث فلم تعرفوه فقولوا الله اعلم طب كذا فى كنزالعمال**،(۲)

---

۱) تعقبات السيوطى : باب المناقب،ص: ۲۹ .طبع هندى.

۲) كنزالعمال، الباب الثالث، فى آداب العلم ، الفضل الاول ، فى رواية الحديث وآداب الكتابة ، رقم : ۲۹۲۴۹ . المعجم الكبير للطبرانى، باب السين سعيد بن المسيب، عن سليمان ، رقم : ۲۱۶۳ . مجمع الزوائد ومنبع الفوائد كتاب العلم ، باب فيمن كذب على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، رقم: ۶۴۹.

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ سلم نے جس نے قصداً جھوٹ بات بنا کر اُس کی نسبت میری طرف کی تو چاہئے کہ وہ شخص اپنا گھر دوزخ میں بنالے اور جس نے رد کیا اُس حدیث کو جو پہنچی ہے اُس کو مجھ سے تو قیامت کے دن میں اُس کا دشمن ہونگا اور جو پہنچے تم کو ایسی حدیث جو نہ جانتے ہو تم بہ سبب نہ معروف و نہ مشہور ہونے اُس کے تو (**اللہ اعلم** کہہ دو) روایت کی اس کو طبرانی نے میں بہر حال حدیث کو بلا وجہ رد کر دینا یا اُس سے انکار کرنا سوا اس کے نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ سلم کو دشمن بنا لینا ہے **عیاذا باللہ** ۔اگر سمجھ میں نہ آوے تو سکوت چاہئے نہ یہ کہ حکم بالوضع کرنا جو من وجہٍ رد ہے۔امام سیوطی نے تعقبات میں لکھا ہے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا، **من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ مرض فلا یلو مّنّ الا نفسہ** [۱]،یعنی جس نے چہارشنبہ یا شنبہ کے دن پچھنے لگایا اور کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا تو وہ اپنے کو ملامت کرے۔

محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو انکار حدیث کا نتیجہ ملنا

پھر آخر بحث میں یہ واقعہ نقل کیا کہ محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو اس حدیث میں کلام تھا وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے یہ کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اُس پر پرواہ نہ کر کے چہارشنبہ کے دن فصد لی ساتھ ہی مرض برص مجھ پر نمایاں ہوا۔خوش قسمتی سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اپنی حالت عرض کی۔فرمایا خبردار اب سے میری حدیث کی کبھی استہانت نہ کرنا۔یہ عبارت تعلیقات کی اس پر شاہد ہے۔**ثم روی الدیلمی بسندہ عن ابی عمر و محمد بن جعفر بن مطر النیشابوری قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فا فتصدت یوم الاربعاء فاصا بنی برص، فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی** [۲]۔

---

۱) الموضوعات لابن الجوزی، کتاب الطب.

۲)تعقبات السیوطی : باب الجنائز:ص ۲۲.

محمد بن ہارون کا خواب میں رؤیت نبوی حاصل کر کے حضرت سے حدیث کی تصدیق کرنا

ف اس پر اور ایک بات معلوم ہوئی کہ محمد بن جعفر نیشا پوری نے جو اس قصہ کو ذکر کیا اور بعد اس خواب کے اُن کو اس حدیث کی پوری تصدیق ہوگئی تھی جس کی وجہ سے وہ پورا واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح تعلیقات مذکور میں لکھا ہے حدیث **من عزی مصابافله مثل اجره**، یعنی جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اُس کو بھی مثل اُسی مصیبت زدہ کے ثواب ہوتا ہے۔ یہ روایت علی بن عاصم نے۔ محمد بن سوقہ سے کی ہے جن میں محدثین کو کلام ہے چنانچہ اسی وجہ سے ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ محمد بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی بن عاصم حدیث (**من عزی مصابا**) ابن سوقہ سے روایت کرتے ہیں کیا وہ آپ نے فرمایا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ بیہقی لکھتے ہیں کہ اسکے بعد محمد بن ہارون جب کبھی اس حدیث کو روایت کرتے رو دیتے۔ کما قال **واخرج البهیقی فی شعب الایمان عن محمد بن هارون وکان ثقة صدوقا قال رایت النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام فقلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم علی بن عاصم الذی یرویه عن ابن سوقة من عزی مصابا. هل عنک قال نعم فکان محمد هارون کلما حدث هذا الحدیث بکی** [1]۔

علی بن مسہر کا خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے چند حدیثوں کی تصدیق کرنا

اور صحیح مسلم ہے، **حدثنا علی بن مسهر قال سمعت انا و حمزة الزیات من ابان ابن ابی عیاش نحوا من الف حدیث قال علی فلقیت حمزة فاخبرنی انه رائی النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام فعرض علیه ما سمع من ابان فما**

---

۱) شعب الایمان للبیهقی، الصلوٰة علی من مات من اهل القبلة، رقم : ۸۸۴۷ .

عرف منھا الاشیا یسیرا خمسة او ستّة [۱]، یعنی علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عیاش سے قریب ہزار حدیثوں کو سنا بعد چند روز کے حمزہ زیات سے میں نے ملاقات کی تو مجھ کو کہنے لگے کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رویت سے مشرف ہوا اور جتنی حدیثیں کہ ابان سے سنی تھیں وہ پیش کیں۔ حضرت نے سوائے پانچ چھ حدیثوں کے کسی حدیث کی تصدیق نہیں فرمائی۔ امام مسلم نے اس روایت کو اُن روایات میں ذکر کیا ہے جن میں اُن کو راویوں کے عیوب بیان کرنا مقصود ہے۔

اولیاء اللہ بھی خواب میں یا کشف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حدیثیں تصحیح کر لیتے ہیں

غرض یہ کہ ابان کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں پس ان قرائن اور تصریحات اور ان احادیث سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے باب میں وارد ہیں مثل **من رانی فی المنام فقد رای الحق** [۲] وغیرہ کے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ مثل محدثین کے اولیاء اللہ بھی بہت سے حدیثیں خواب میں یا کشف صحیح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصحیح کر لیتے ہونگے جب عموماً کسی بزرگ کی ولایت مسلم ہو جائے تو اس بنا پر اُن کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو مان لینے میں کوئی محل تردد نہ ہوگا اگر بالیقیں یہ مسلمہ مسئلہ معلوم کرنا ہو کہ اولیاء اللہ عالم بیداری میں کسی قدر دریافت کر سکتے ہیں تو **کواکب زاھرہ** میں دیکھ لیں جس کو شیخ ابوالفضل عبدالقادر بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس مسئلہ کی تحقیق میں تصنیف کی ہے اور بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت کر دیا کہ حالت بیداری میں رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نہ صرف ممکن بلکہ واقعی ہوتی ہے۔

---

۱) صحیح مسلم ، باب الکشف عن معایب رواۃ الحدیث ونقلۃ الاخبار وقول الائمۃ فی ذالک .

۲) مسند احمد ، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ، رقم : ۹۴۸۸ . سنن دارمی ، باب فی رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم فی المنام ، رقم : ۲۱۸۶ . مسند بزار ، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ، رقم : ۷۹۳۶ . صحیح ابن حبان ، ذکر اثبات رؤیۃ الحق لمن رأی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم فی المنام ، رقم : ۶۰۵۱ . فتح الباری لابن حجر باب من رأی النبی صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم فی المنام ، "تحت" رقم : ۶۹۹۳ . شرح السیوطی علی مسلم ، "تحت" رقم : ۲۲۶۷ .

تیسرا قرینہ وضع کا جو نفس حدیث میں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب یا وعید سخت ہو چنانچہ تدریب الراوی میں لکھا ہے، ومنها الافراط بالوعيد الشديد على الامر الصغير أو الوعد العظيم على الفعل الحقير وهذا كثير فى حديث القصاص والاخير راجع الى الركه(۱)۔ مگر اس پر بھی قطعیت وضع کی معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ کثرت ثواب کا مدار تو فضل الٰہی پر ہے۔ دیکھ لیجئے ایک رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت پر فضیلت ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے قال الله تعالىٰ ليلة القدر خير من الف شهر (۲)، اور حدیث بطاقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، كما فى المواهب وشرحة للزرقانى حديث البطاقة مشهور قد رواه الترمذى وقال حسن غريب وابن ماجة وابن حبان والحاكم وصححه البيهقى من حديث عبد الله بن عمر وبن العاص يرفعه بلفظ ان الله سيخلص رجلا من امتى على روس الخلائق يوم القيمة فينشر عليه تسعة وتسعون سجلا كل سجل منها مثل مدالبصر ثم يقول اتنكر من هذا شيئا اظلمك كتبتى الحافظون فيقول لا يا رب فيقول افلك عذر فيقول لا يارب لفظ الحديث عند المذكورين فيقول افلك عذر او حسنة فهاب الرجل فيقول لايارب فيقول بلى ان لك عندنا حسنة وانه لا ظلم عليك اليوم فتخرج بطاقة فيها اشهدان لآ اله الاالله واشهدان محمد عبده ورسوله فيقول احضروزنك فيقول يارب ما هذه البطاقة مع هذه السجلات فقال انك لاتظلم قال فتوضع السجلات فى كفة والبطاقةفى كفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة فلايثقل مع اسم الله شئٌ (۳)، یعنی روایت ہے

۱) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، النوع الحادی والعشرون الموضوع، تعریف الوضع وکیفیة معرفته.ص:۹۹.
۲) القرآن الكريم، سورة القدر، آيت: ۳.
۳) سنن ترمذی، أبواب الايمان، باب ماجاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا اله الاالله، رقم: ۲۶۳۹. سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب مايرجى من رحمة الله يوم القيامة، رقم: ۴۳۰۰. صحيح ابن حبان، باب فرض الايمان، رقم: ۲۲۵. المستدرک على الصحيحين للحاكم، كتاب الايمان، رقم: ۹. شعب الايمان للبيهقى، فصل واذا النقض الحساب كان بعده وزن الاعمال، رقم: ۲۷۹. المواهب اللدنيه بالمنع المحمدية المقصد العاشر، الفصل الثالث، شرح الزرقانى على المواهب اللدنيه، المقصد العاشر الفصل الثالث فى أمور الأخرة.

عبداللہ بن عمر وابن عاص سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بلائے گا حق تعالیٰ میرے امتیوں میں سے ایک شخص کو تمام خلائق کے روبرو قیامت کے دن پس کھولے گا اُس کے روبرو ننانوے (۹۹) سجل ہر سجل اتنا ہوگا جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے اور فرمائے گا کیا تجھے انکار ہے اس سے کسی چیز کا کیا تجھ پر ظلم کیا لکھنے والے میرے فرشتوں نے وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار۔ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کیا تیرے پاس کوئی عذر یا کوئی نیک کام ہے سوائے اس کے۔ یہ سن کر اُس شخص کو ہیبت ہو جائے گی۔ اور عرض کرے گا اے پروردگار اسکے سوا نہ کوئی نیک کام ہے نہ کوئی عذر پھر ارشاد ہوگا کہ کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے۔ اور آج تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ پھر نکالے گا حق تعالیٰ ایک پرچہ کاغذ کا جس میں **اشھدان الآاله الا الله واشھد ان محمد عبده و رسوله** لکھا ہوگا اور حکم ہوگا کہ اب جا اپنے اعمال تلنے کی جگہ۔ وہ عرض کرے گا اے پروردگار ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوگا تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ رکھے جائیں گے وہ تمام دفتر ایک پلّہ میں اور وہ پرچہ ایک پلہ میں اور جب وزن کیا جائے گا تو وہ تمام دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ روایت کی اس کو ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسند میں روایت کی اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط مسلم پر۔ اب دیکھئے کہ گناہوں کے اتنے بڑے بڑے ننانوے دفتر کے مقابلہ میں ایک چھوٹی چٹھی کلمۂ طیبہ کی کس شمار میں ہے مگر جب فضل خدا ہوا تو سب طے رکھے رہیں گے اور سینکڑوں برس کی عبادت کا جو نتیجہ ہوتا ہے ایک چھوٹی سی چٹھی سے نکل آیا پس معلوم ہوگیا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب مستبعد نہیں، جب یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہوگئی تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی۔ جس کے ماننے میں تردد ہو اور خواہ مخواہ اُس کو قرینہ وضع کا بنالیا جائے۔

فضیلت نماز چار رکعت

اور اسی طرح یہ حدیث مشکوۃ میں ہے **عن ابن عباس رضی الله عنهما ان**

النبی صلی اللہ علیه وسلم قال للعباس ابن عبدالمطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک الا امنحک الا اخبرک؟ الاافعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفراللہ لک ذنبک اوله واخرہ قدیمه وحدیثه خطأہ وعمدہ صغیرہ و کبیرہ سرہ و علانیته ان تصلی اربع رکعات تقرا فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة فاذا فرغت من القراة فی اول رکعة وانت قائم قلت سبحان اللہ والحمد للہ ولا اله الااللہ واللہ اکبر خمس عشر مرة ثم ترکع فتقولها وانت راکع عشرا ثم ترفع راسئک من الرکوع فتقولها عشراثم تهوی ساجد افتقولها وانت ساجد عشرا ثم ترفع راسک من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد فتقولها عشرا ثم ترفع راسک فتقولها عشرا فذلک خمس وسبعون فی کل رکعة تفعل ذلک فی اربع رکعات ان استطعت ان تصلیها فی کل یوم مرة فافعل فان لم تفعل ففی کل جمعة مرة فان لم تفعل ففی کل شهر مرة فان لم تفعل ففی کل سنة مرة فان لم تفعل ففی عمرک مرة رواہ ابوداود وابن ماجة والبیهقی فی الدعوات وروی الترمذی عن ابی رافع نحوہ(۱)، اور ترمذی کی روایت میں ہے ولو کانت ذنوبک مثل رمل عالج غفرها اللہ لک(۲)، یعنی روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے کہ اے عباس اے میرے چچا کیا نہ عطا کروں میں تم کو کیا نہ بخشش کروں میں تم پر کیا نہ دوں تم کو کیا نہ احسان کروں میں تمہارے ساتھ اس قسم کا کہ جب کروگے تم وہ کام جو بتلاتا ہوں میں تم کو تو بخش دے گا حق تعالیٰ تمہارے گناہ اول وآخر کے۔ پرانے اور نئے، خطا سے کئے

۱) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الصلاة التسبیح، رقم: ۱۲۹۷۔ سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی صلاة التسبیح، رقم: ۴۴۴۔ مشکاة المصابیح، باب صلاة التسبیح، رقم: ۱۳۲۸۔
۲) سنن ترمذی، أبواب الوتر، باب ماجاء فی صلاة التسبیح، رقم: ۴۸۲۔

ہوئے یا قصداً، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر، اگر چہ بکثرت مثل ریتی کے ہوں وہ یہ ہے کہ پڑھوتم چار رکعات ہر رکعات میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسرا ایک سورہ پھر بعد قرات کے حالت قیام میں کہو **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** پندرہ (۱۵) مرتبہ پھر رکوع کرو اور وہی کلمہ دس مرتبہ (۱۰) پڑھو۔ پھر رکوع سے سر اُٹھا کر دس (۱۰) مرتبہ۔ پھر سجدہ میں دس (۱۰) مرتبہ۔ پھر جلسہ میں دس (۱۰) مرتبہ۔ پھر سجدہ میں دس (۱۰) مرتبہ۔ پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر قیام سے پہلے بیٹھ کر دس (۱۰) مرتبہ اُسی کلمہ کو کہو۔ اس ترکیب سے ایک رکعت ہوئی جس میں پچہتر (۷۵) مرتبہ وہ کلمہ پڑھا گیا پھر ہر رکعت میں ایسا ہی کرو اگر تم سے ہو سکے تو یہ نماز ہر روز ورنہ ہر جمعہ میں ایک بار ورنہ ہر مہینے میں ایکبار ورنہ برس میں ایک بار اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک بار پڑھو۔ روایت کی اس کو ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، اور بیہقی رحمہم اللہ نے انتہیٰ ۔

دیکھئے کس قدر رحمت الٰہی ہے کہ صرف چار رکعت پڑھنے سے عمر بھر کے گناہ اگلے پچھلے صغیرہ کبیرہ وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں تھوڑے فعل سے کثرت ثواب اور کیا اس سے زیادہ ہو سکتا ہے مگر شاید اسی وجہ سے کہ بہ نسبت حیثیت عمل کے ثواب بہت زیادہ ہے ابن جوزی نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کر دیا اور یہ علت قائم کی کہ اُس کی اسناد میں صدقہ ضعیف ہیں۔ اور موسیٰ بن عبدالعزیز مجہول اور موسیٰ بن عبیدہ غیر معتبر ہیں۔

اکثر حفاظ حدیث نے ابن جوزی کو رد کیا ہے

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اکثر حفاظ حدیث نے ابن جوزی پر رد کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے خصال مکفرہ میں لکھا ہے کہ برا کیا ابن جوزی نے جو اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا۔ اور امانی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے قرات خلف امام میں اور ابوداود وابن ماجہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی اور ابن شاہین واجوی وخطیب وابوسعید سمعانی وابوموسیٰ وابوالحسن وابن الفضل

منذری و ابن صلاح ونووی رحمہم اللہ وغیرہ نے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے خاص اس باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور کہا دیلمی نے فردوس میں کہ صلوٰۃ التسبیح اور نمازوں سے زیادہ تر صحیح ہے۔روایت کی بیہقی وغیرہ نے ابی حامد مشرقی سے کہ ایک بار میں مسلم کے پاس بیٹھا تھا اور میرے ساتھ حدیث صلوٰۃ التسبیح تھی جو بہ روایت عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے مسلم نے دیکھ کر کہا اس باب میں اس سے بہتر کوئی اسناد نہیں اور ذکر کیا ترمذی نے کہ ابن مبارک وغیرہ اہل علم نے بھی صلوٰۃ التسبیح پڑھی اور اُس کی فضیلت بیان کی ہے۔اور کہا بیہقی نے کہ اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہوتی ہے۔ابن حجر نے لکھا ہے کہ کئی طریقوں سے یہ حدیث مروی ہے جس کو ابن راہویہ وابن خزیمہ وحاکم وطبرانی ودارقطنی وابن شاہین وابونعیم وعبدالرزاق وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن جوزی نے جو صدقہ کی نسبت کلام کیا ہے سو شاید اُن کو صدقہ ابن یزید خراسانی سمجھا ہو جو متروک ہیں۔

صلوۃ وتسبیح کا ثبوت

حالانکہ یہ صدقہ ابن عبداللہ ہیں جن کا لقب سمین ہے اور متروک نہیں۔اور جو موسیٰ بن عبیدہ میں کلام کیا ہے وہ بات مردود ہے اسلئے کہ موسیٰ کذاب نہیں ہیں اور موسیٰ بن عبدالعزیز کو جو مجہول کہا اُس میں بھی خطا کی اس لئے کہ یحییٰ بن معین اور نسائی نے اُن کی توثیق کی اور بہت لوگوں نے اُن سے روایت لی ہیں انتہیٰ ملخصًا پوری عبارت تعقبات کی یہ ہے۔ **حدیث العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صلوۃ التسبیح فیہ صدقۃ بن یزید الخراسانی ضعیف و حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہمافیہ موسیٰ بن عبدالعزیز مجھول وحدیث ابی رافع فیہ موسیٰ بن عبیدۃ لیس بشیٍٔ قلت قد اکثر الحفاظ من الرد علی ابن الجوزی فی ھذا الحدیث قال الحافظ ابن حجر فی الخصال المکفرۃ اساء ابن الجوزی بذکرہ ایاہ فی الموضوعات قال وقولہ ان موسیٰ بن عبدالعزیز مجھول لم یصب فیہ فان ابن معین**

والنسائی وثقاہ وقال فی امالیہ حدیث ابن عباس اخرجہ البخاری فی القراء ۃ خلف الامام وابوداود وابن ماجہ وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہٖ والبیہقی وغیرھم وقال ابن شاھین فی الترغیب سمعت ابا بکر بن ابی داود یقول سمعت ابی یقول اصح حدیث فی صلوٰۃ التسبیح ھذا قال:و موسیٰ بن عبد العزیز وثقہ ابن معین والنسائی وابن حبان وروی عنہ خلقٌ واخرج لہ البخاری فی القراء ۃ ھذا الحدیث بعینہ واخرج لہ فی الادب حدیثا فی سماء الرعد وببعض ھذہ الامور ترتفع الجھالۃ وممن صحح ھذا الحدیث اوحسنہ غیر من تقدم ابن مندہ والف فیہ کتابا والاٰجری والخطیب وابوسعد السمعانی وابوموسیٰ المدینی وابوالحسن وابن الفضل والمنذری وابن الصلاح والنووی فی تھذیب الاسماء واٰخرون وقال الدیلمی فی مسند الفردوس صلوٰۃ التسبیح اشھر الصلوات واصحھا اسنادا وروی البیہقی وغیرہ عن ابی حامد الشرقی قال کنت عند مسلم بن الحجاج ومعی ھذا الحدیث عن عبد الرحمٰن بن بشر یعنی حدیث صلوٰۃ التسبیح من روایۃ عکرمۃ عن ابن عباس فسمعت مسلما یقول لا یروی فیھا اسناد احسن من ھذا وقال الترمذی قد روی ابن المبارک وغیرہ من اھل العلم صلوٰۃ التسبیح وذکروا الفضل فیہ وقال البیہقی کان عبداللہ ابن المبارک یصلیھا وتداولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع قال الحافظ ابن حجر واقدم من روی عنہ فعلھا صریحا ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ البصری من ثقات التابعین وثبت ذلک عن جماعۃ بعدہ واثبتھا ائمۃ الطریقین من الشافعیۃ ولحدیث ابن عباس ھذا طرق فتابع موسیٰ بن عبد العزیز عن الحکم بن ابان ابراھیم بن الحکم ومن

طریقه اخرجه ابن راهویه وابن خزیمة والحاکم وتابع عکرمة عن ابن عباس عطاءَ واخرجه الطبرانی وابونعیم بسندٍ رجاله ثقات وابوالجوازا اخرجه الطبرانی والدارقطنی فی صلوٰة التسبیح من طریق عنه ومجاهد اخرجه الطبرانی فی الاوسط فهذه ست طرقٍ واماحدیث العباس فاخرجه الدارقطنی فی الافراد وابن شاهین فی الترغیب قال الحافظ ابن حجر وظن ابن الجوزی ان صدقة الذی فیه ابن یزید الخراسانی ولیس کذلک انما هو ابن عبدالله المعروف بالسمین ضعّف من قبل حفظه ووثقه جماعة فیصلح فی المتابعات بخلاف الخراسانی فانه متروک وله طرق اخری اخرجها ابراهیم ابن احمد الحرفی فی فوائده وفی مسنده حماد بن عمر النصیبی کذبوه 'واماحدیث ابی رافع فاخرجه الترمذی وابن ماجة قال الحافظ وقول ابن الجوزی ان موسی بن عبیدة علة الحدیث مردود فانه لیس بکذاب مع ماله من الشواهد وقد ورد حدیث صلوة التسبیح من حدیث الفضل بن العباس اخرجه ابونعیم فی قربان المتقین وابن عمر واخرجه ابوداود والدارقطنی وابن شاهین فی الترغیب من طرق عنه 'وابن عمر اخرجه الحاکم وصححه البیهقی فی الدعوات والدارقطنی والطبرانی من طرق عنه 'وعلی اخرجه الدارقطنی والواحدی فی الدعوات من طریقین عنه وجعفر بن ابی طالب اخرجه عبد الرزاق والد ارقطنی من طریقین عنه وابنه عبد الله اخرجه الدارقطنی وام سلمة اخرجه ابو نعیم والانصاری أخرجه ابو داؤد بسندٍ حسنٍ 'قال المزّی والانصاری هو جابر بن عبد الله وقال الحافظ ابن حجر الظاهر انه ابو کبشة الانماری ومن مرسل اسماعیل بن رافع اخرجه سعید بن منصور و الخطیب فی صلوة التسبیح انتهی

ملخصا من امالی الاذکار (۱)۔ ہر چند اس بحث میں تطویل ہوئی۔ لیکن اس کے ضمن میں یہ بات معلوم ہوئی کہ محدثین کے اجتہاد و استدلال ایک قسم پر نہیں ہیں کسی کی نظر مصالح سے متعلق ہوتی ہے اور کسی کی نفس اسناد سے، کہا ابن جوزی نے کہ ان اسنادوں پر مجھے اطلاع نہ تھی۔

ابن جوزی کے احوال

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ ابن جوزی بڑے فاضل تھے ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے وفیات الاعیان میں اُن کا حال لکھا ہے کہ وہ فن حدیث میں علامہ اور امام وقت تھے اُن کے تصانیف اس قدر ہیں کہ اُن کی عمر کا اور تصانیف کا حساب کیا گیا تو روزانہ نو (۹) جز ہوتے ہیں ان میں سے اکثر فن حدیث میں ہیں۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی خوش اعتقادی

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص کتابت حدیث کے لئے یہ اہتمام رکھا تھا کہ حدیث لکھنے کے لئے جب قلم تراشتے تو اُس کا تراشہ اُٹھا رکھتے وہ اس قدر جمع ہو گیا تھا کہ انتقال کے قریب وصیت کی کے میرا غسل کا پانی اُسی سے گرم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ تراشہ پانی گرم کرنے کے لئے کافی ہوا بلکہ کچھ بچ رہا۔ باوجود اس جلالت شان کے اُن کی نظر اُن کتب متداولہ پر جن سے تصحیح حدیث صلوۃ التسبیح ہوتی ہے کیا نہ ہوگی۔ غرض کوئی ایک علت قائم کر کے حدیث کو موضوع قرار دینے سے اُن کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح سمجھی جائے تو لوگ اُس پر اعتماد کر کے کہیں عمل نہ چھوڑ دیں۔

ابن تیمیہ کی جرأت زیارت کی ممانعت میں

اسی طرح ابن تیمیہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ممانعت میں اس قدر زور دیا کہ جتنی حدیثیں زیارت کے باب میں وارد ہیں اُن سب کو موضوع قرار دیا۔ اس

---

۱) تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن جوزی: باب الصلوۃ: ص ۱۶، ۱۷.

خیال سے کہ زیارت وتوسل واستغاثہ وغیرہ سے شرک لازم آتا ہے۔ شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے انکی رد میں شفاء السقام تصنیف کی اور اُس میں اُس خیال کی تغلیط کر کے رجال اسانید اور تخریج احادیث کے متعلق محققانہ بحث کی ہے۔ اور ثابت کر دیا کہ وہ سب حدیثیں صحیح ہیں اور توسل وغیرہ درست ہے۔ چنانچہ مولانا محمد عبدالحی نور اللہ مرقدہ ظفر الامانی میں لکھتے ہیں، **قال السخاوی وممن افرد بعد ابن الجوزی فی الموضوع کراسة الرضی الصغانی اللغوی ذکر فیها احادیث من الشهات للقضاعی والنجم للاقلیشی وغیرهما کالاربعین لابن ودعان وفضائل العلماء لمحمد بن سرور البلخی والوصیة لعلی بن ابی طالب وخطبة الوداع وادب النبی صلی الله علیه وسلم واحادیث ابی الدنیا الاشج ونسطور ونعیم بن سالم ودینار الحبشی وابی هدبة ابراهیم بن هدبة ونسخة سمعان عن انس رضی الله عنه عن وفیها الکثیر ایضاً من الصحیح والحسن ومافیه ضعف یسیرو وللجو زقانی ایضاً کتاب الاباطیل اکثر فیه من الحکم بالوضع بمجرد مخالفة السنة قال شیخنا وهو خطاء الاان یتعذر الجمع وکذا صنف عمر بن بدر الموصلی کتابا سماه المغنی عن الحفظ والکتاب بقولهم لم یصح شئ فی هذا لباب وعلیه فیه مواخذات کثیرة وان کان له فی کل من ابوابه سلف من الائمة خصوصاً المتقدمین انتهیٰ کلامه قلت ومن هذا القبیل رسالة الشوکانی المسماة بالفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة فان فیها احادیث صحاحا وحسانا قداد رجها بسوء فهمهِ وتقلیده بالمشددین المستاهلین فی الموضوعات فعلی العارف الماهر التوقف فی قبول کلامه وتنقیح مرامه فی هذالباب بل فی جمیع مسائل الدینیه فان له فی تالیفاته الحدیثیة والفقهیة اختیارا ت شنیعة مخالفة لاجماع الامة وعلماء ا لملةوتحقیقات مخالفة للمعقول والمنقول کمالایخفی علی ماهر الفروع والاصول**، یعنی موضوعات میں صنعانی نے ایک رسالہ اور جوزقانی نے

کتاب لاباطیل اور عمر بن بدر موصلی نے مغنی لکھی جن میں صحیح اور حسن حدیثیں موجود ہیں اوراسی طرح شوکانی نے ایک رسالہ لکھا جس میں نافہمی اور تقلید سے صحیح اور حسن حدیثیں داخل کردیں اور سوائے اس کے انہوں نے اکثر تصانیف میں ایسے امور اختیار کئے جو مخالف اجماع ہیں ان کے اقوال میں توقف کرنا چاہئے غرض کبھی جرح وتعدیل میں قول معتمد علیہ کی تائید مقصود ہوتی ہے جیسا کے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حنفیہ کے استدلالی حدیث کی تردید کے وقت راوی کے حال میں اقوال جرح نقل کرتے ہیں پھر اپنے مذہب کے استدلال میں جب کوئی حدیث اُنہیں راویوں سے روایت کی جاتی ہے تو اُس پر استدلال کر لیتے ہیں۔ اس بات کو علامہ علاء الدین ماردینی رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر النقی میں متعدد جگہ ثابت کر دی ہے اسی طرح کنز العمال میں حدیث فضائل عسقلانی کے بحث میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا۔ لیکن ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قول مسدد میں اُس کی تردید کی۔

الغرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ بحسب مقتضی وشان طبیعت وغیرہ ایک صحیح غرض محدثین کے پیش نظر ہوتی ہے۔ جس کے لحاظ سے اسناد پر غور کر کے جرح وتعدیل میں اُن اقوال پر اعتماد کرتے ہیں جو مفید مدعیٰ ہوں۔ دیکھ لیجئے حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو مستدرک کی تصنیف کے وقت ملحوظ تھا کہ جس قدر روایتیں شیخین یا احدھما کی شرط پر مل جائیں جمع کردوں چنانچہ اس قسم کی روایتیں بکثرت جمع ہوگئیں۔ جس کی نسبت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ عیہ نکت میں لکھتے ہیں۔ ان **المستدرک للحاکم کتاب کثیر جدّا یصفو له منه صحیح کثیر زائدٌ علی مافی الصحیحین علی ماذکر المصنف بعدو هو مع حرصه علی جمع الصحیح الزائد علی الصحیحین واسع الحفظ کثیر الاطلاع عزیز الروایة فبعد کل البعدان یوجد حدیث بشرط الصحة لم یخرجه فی مستدرکه**(۱)۔ پھر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین اُس کی تنقیح کے طرف متوجہ ہوئے اور بہت سے حدیثوں میں کلام کر کے اُن کو ضعیف بلکہ موضوع ثابت کر دیا وجہ اس کی یہ ہے کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تصحیح

۱) النکت علی کتاب ابن الصلاح ، الباب الرابع ، النوع الاول ، الصحیح ،ص:۲۵.

کی طرف تھی اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تنقیح کی طرف ایسے موقع میں خواہ مخواہ بعض امور نظر سے فروگذاشت ہوجاتے ہیں۔

ابن جوزی کا بعض بخاری اور بعض مسلم کی حدیثوں کو موضوعات میں داخل کرنا

اسی طرح ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور ضعاف جمع کرنے کے طرف توجہ کی اور موضوعات میں ایک کتاب اور ضعاف میں ایک کتاب لکھی جس کا نام **العلل المتناهيه فی الاحاديث الواهيه** ہے۔اور اس قدر جمع کیا کہ بعض بخاری و مسلم کی حدیثوں کو بھی موضوعات اور ضعاف میں داخل کردیا۔علیٰ ہذا القیاس جو کوئی کسی خاص مسئلہ میں رسالہ لکھتا یا تقریر کرتا ہے ہمہ تن توجہ اُس کی اس بات پر ہوتی ہے کہ جتنے حدیثیں اپنے مفید مدعی ہو سکیں سب ذکر کردیئے جائیں۔اور حتیٰ الامکان اُن کی ضعف و علل کے اُٹھانے میں بحث کی جائے اگر کوئی اُس کی تردید کی طرف متوجہ ہوتو معاملہ برعکس ہوجاتا ہے اس میں یہ ضرور نہیں کہ اُن دونوں کا مبنی نفسانیت پر ہو بلکہ ہر ایک کی غرض صحیح ہوتی ہے جس کے پوری کرنے پر بمقتضائے طبع و مجبور ہے اور ممکن ہے کہ بمصداق **حبک الشئی يعمی ويصم** (۱) کے خطا بھی ہوجائے اصل مقصود سے تقریر خارج ہوگئی کلام تو اس میں تھا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب کا ہونا قرینہ وضع نہیں جیسا کہ حدیث صلوۃ التسبیح سے ثابت ہوا اسی طرح چھوٹے گناہ پر سخت وعید کا ہونا موضوعیت حدیث پر قطعی قرینہ نہیں ہوسکتا اسی طرح ترغیب وترہیب منذری، وزواجر وغیرہ کتب سے معلوم ہوسکتا ہیکہ ریا وسمعہ وغیرہ پر کیسی کیسی وعیدیں وارد ہیں اور سوائے اسکے خود قرآن شریف میں ہے، **ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها وغضب الله عليه ولعنه واعدله عذابا اليما** (۲)،یعنی جس نے قصداً کسی مسلمان کو قتل کیا تو جزا اس کی جہنم ہے اُس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور غضب اور لعنت کریگا۔حق تعالیٰ اُس پر اور مہیا کر رکھا ہے اسکے واسطے بڑا عذاب۔اگر چہ قتل گناہ کبیرہ ہے مگر جزا اُس کی مثل جزائے

---

۱) دیوان المعانی ، الباب الرابع ، من کتاب دیوان المعانی، شرح دیوان المتنبی للعکبری ، الجزاء الاول.
۲)القراٰن الکریم ، سورۃ النساء ، آیت : ۹۳ .

کفر کے خلود نار جواس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتی ہے اور یہ جزا بہ نسبت اُس فعل کے بہت سخت ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس آیۂ شریفہ میں تاویل کی گئی ہے تو ہم کہیں گے کہ اچھا ویسی ہی اُس حدیث میں بھی تاویل کر سکتے ہیں صرف قرینہ پر موضوع کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

قرائن خارجیہ

الحاصل ان قرینوں سے یہی بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ اُس سے حدیث قطعاً موضوع ہو جائے اب رہے وہ قرائن جو خارجی ہیں اور ان سے موضوعیت حدیث کی جانی جاتی ہے منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ کسی واقعہ میں ایک جماعت کثیرہ موجود ہو اور سوائے ایک شخص کے کسی نے اُس کو روایت نہ کی ہو یہ بھی قرینہ وضع ہے اسلئے کہ اگر وہ خبر صحیح ہوتی تو اور لوگ بھی اُس جماعت کے اُس کو روایت کرتے غور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس سے بھی قطعیت وضع کی ثابت نہیں ہوسکتی اسلئے کہ کل حدیثیں تو محدثین کو پہنچی ہی نہیں تا یقین ہو کہ کسی دوسرے نے اُس کو روایت نہیں کی اور کل احادیث کا نہ پہنچنا یوں ثابت ہوسکتا ہیکہ محدثین کی کتابوں میں ایک لاکھ حدیثیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ **جواھر الاصول** میں شیخ ابوالفیض محمد بن علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا۔ جس کا یہ ترجمہ ہے (حصر احادیث کا امکان سے بعید ہے مگر ایک جماعت محدثین تتبع کتب میں کر کے نہایت کوشش کے ساتھ حساب کیا چنانچہ ابوالمکارم کہتے ہیں کہ متون احادیث جو آج تک موجود ہیں ایک لاکھ تک پہنچے ہیں۔ حالانکہ اوپر یہ بات معلوم ہو چکی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں کی خبر دی ہے اور اگر تعمق نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ساڑھے سات لاکھ میں بھی انحصار کل احادیث کا نہیں ہوسکتا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقوال اگر دن رات میں دس گیارہ ہی فرض کئے جائیں تو صرف ایام نبوت کے اقوال تقریباً ایک لاکھ ہو جاتے ہیں۔ اور روایت ہر قول کی اگر دس ہی صحابیوں سے ہو۔ اس وجہ سے کہ ہر صحابی کی روایت مستقل ایک حدیث سمجھی جاتی ہے تو صرف اقوال احادیث دس لاکھ سے زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ بدیں لحاظ کہ مبنی نبوت کا کلام اور ارشادات پر ہے۔ اور

صحابہ بھی ہزار ہا تھے یہ دس لاکھ بھی بہت کم ہونگے۔ پھر احادیث افعال وتقریر، اور صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال اور اخبار کتب ماضیہ وغیرہ امور جن پر کہ اطلاق حدیث کا ہوتا ہے باقی رہ جاتے ہیں۔ قال السخاوی رحمۃاللہ علیہ فی الفتح المغیث وکذا اٰثار الصحابة والتابعین وغیرھم وفتاواھم مما کان السلف یطلقون علی کل حدیثا [۱]، اس پر ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ کل حدیثیں کس قدر ہونگے۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نکت میں نقل کرتے ہیں کہ ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے مسند حدیثوں کا انہوں نے انتخاب کیا ہے۔ امام ذہبی نے طبقات میں لکھا ہے کہ احمد بن فرات کا یہ قول تھا، کتبت عن الف سبعمائة شیخ و کتبت الف الف حدیث وخمسمائة الف فعملت من ذلک فی توالیفی خسمائة الف [۲]، یعنی سات لاکھ حدیثیں مجھے شیوخ سے پہنچی ہیں۔ پھر یہ احتمال نہیں کہ اُن میں کوئی حدیث موضوع وغیرہ ہو۔ کیونکہ ابن عدی کا قول اُسی میں نقل کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کوئی منکر روایت کی ہے کیونکہ وہ اہل صدق اور حفظ سے تھے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ اکابر محدثین نے اُن کی روایتوں کی توثیق کی ہے۔ طبقات الحفاظ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابوعسال کے احوال میں لکھا ہے وہ کہتے تھے کہ صرف قراءت میں مجھے پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔

کسی محدث نے کل صحیح حدیثوں کو جمع نہ کیا

قدماء سے کسی محدث نے کل صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا قصد نہیں کیا اس لئے کہ یہ دعوی حیزّ امکاں سے خارج ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خلافت میں اس کا ارادہ فرمایا تھا مگر مصلحت نہ جان کر ترک کردیا چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں لکھا ہے، وقد نقل الحاکم بسندہ عن القاسم بن محمد قالت عائشة رضی الله عنها جمع ابی الحدیث عن رسول الله صلی الله علیه و سلم و کانت خمسمائة حدیث فبات لیلة یتقلب کثیرا قالت فغمنی فقلت ا تتقلب لشکوی اوبشیٔ بلغک فلما

۱) فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث ، الحدیث الصحیح ، أصح کتب الحدیث .

۲) تذکرہ الحفاظ ج:۲، ص ۱۳ ا طباعة حیدر آباد، الهند.

اصبح قال: ای بنتة هلمی الاحادیث التی عندک فجئته بها فدعا بنارٍ فحرقها الحدیث ، منجملہ اورمواقع کے ایک یہ بھی ہے کہ مصنفین کو ہر تصنیف میں ایک قسم کا التزام ہوا کرتا ہے جس کی تکمیل میں زیادہ مدت صرف ہوتی ہے اور دوسرے مقاصد کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آتی چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صحیح کی تصنیف کے وقت یہ التزام کیا تھا کہ جو ترجمۃ الباب لکھیں یا حدیث نقل کریں پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ چنانچہ اسی وجہ سے سولہ (۱۶) سال میں وہ کتاب ختم ہوئی۔ جس کے ثبوت میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے۔ قال الحافظ ابو ذر الهروی سمعت ابا الهیثم محمد بن مکی الکهسمی یقول سمعت محمد بن یوسف العرنوی یقول قال البخاری ما کتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الااغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین وایضا فیها وعن البخاری قال صنف الجامع من ستمائة الف حدیث فی ست عشرة سنة (۱)، اور افتتاح القاری میں محمد بن اربل رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ ابی بکر خطیب سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اول تراجم ابواب قائم کئے اور اس میں یہ التزام کیا کہ اول دو رکعت نماز پڑھتے اور مابین قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ومنبر شریف کے ایک ترجمۃ الباب لکھتے اس طرح سولہ برس میں حدیثیں ان ابواب میں داخل کیں۔ کما قال الحافظ ابو احمد عبدالله ابن عدی الجرجانی وسمعت عبدا لقدوس ابن همام یقول سمعت عدة من المشائخ یقولون حول محمد بن اسمعیل البخاری تراجم جامعه بین قبر النبی صلی الله علیه و اله وسلم ومنبره وکان یصلی لکل ترجمة رکعتین فاول ماصنف البخاری فیما بلغنا من صحیحه الابواب ثم سدها بعد بالاحادیث ومضی فی تهذیبه وتحریره ست عشر سنة (۲)، اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مقدمہ میں لکھا ہے، قدروی ابن عدی عن جماعة من المشائخ ان البخاری حول تراجم جامعهٖ بین قبر النبی صلی الله علیه

---

۱) فتح الباری لابن حجر ،المقدمة،الفصل الاول فی بیان السبب لابی عبدالله البخاری .

۲) تاریخ بغداد ، للخطیب البغدادی، ذکر وصف البصریین البخاری مدحهم اياه تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، باب المیم،محمد بن اسعد التغلبی ابوسعیدالمصیصی کوفی الاضل، تاریخ دمشق لابن عساکر، محمدبن اسماعیل بن ابراهیم ابوعبدالله الجحفی البخاری.

والہٖ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃٍ رکعتین (۱)، اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ التزام نہ کرتے تو لاکھ حدیثیں صحیح جس کی خبر خود دیتے ہیں کما فی المقدمۃ المذکور وقال محمد بن حمدویہ سمعت البخاری یقول احفظ مائۃ الف حدیث صحیح (۲) بہ آسانی ایک ہی کتاب میں جمع کرسکتے تھے کیونکہ اُن کو تصنیف کے وقت کتاب دیکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ سب حفظ کی تمام حدیثیں اُن کے پیش نظر تھیں احادیث کی تدوین میں اگر اُن کو تکلیف تھی تو صرف لکھنے کی تھی اس خیال سے اگر وہ خود نہ لکھ کر اپنے شاگردوں کے ہاتھ سے لکھواتے تو جو سولہ (۱۶) برس کی مدت میں اُن کے ذاتی التزام سے (چار ہزار حدیثیں) لکھی گئیں کم مدت میں (لاکھ حدیثیں) بہ آسانی لکھ دیتے۔ قال ابن الصلاح رحمۃاللہ علیہ فی مقدمتہٖ وجملۃ ما فی کتاب البخاری الصحیح سبعۃ الاف ومائتان وخمسۃ وسبعون حدیثا بالاحادیث المکررۃ وقد قیل انھا باسقاط المکررۃ اربعۃ الاف حدیث (۳)۔ مگر ماوشما کی رائے کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے بڑھ سکتی ہے ہرگز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے افعال اور اُن کے عادات کا صدور خلوص کے سوا نہ تھا اور کوئی کام جس میں حق تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضامندی کا ذریعہ نہ ہوتا نہ کرتے۔ معلوم نہیں بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُس التزام میں کیا کیا انوار اور برکات کا مشاہدہ فرمایا جو کل احادیث کے جمع کرنے پر جو ایک جلیل القدر کام تھا اُس کو ترجیح دی۔

ف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک حدیث اور ترجمۃ الباب کے لکھنے کے قبل غسل کر کے مقام مقدس میں دو رکعت نماز پڑھنے کا جو التزام کیا تھا وہ نہایت خوش اعتقادی پر مبنی ہے۔ چند امور خیر کا کسی خاص امر میں التزام کرنا کوئی قباحت نہیں بلکہ مستحسن ہے جس پر احادیث مستند جو آئندہ مذکور ہیں دلیل ہو سکتے ہیں۔

فعل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی بات کا التزام یا تعین کرنا

---

۱) فتح الباری لابن حجر، المقدمہ ذکر فضائل الجامع الصحیح سوی ما تقدم فی الفصول الاولی وغیرھا.
۲) فتح الباری لابن حجر، المقدمہ ذکر جمل من الاخبار الشاھدۃ، لسعۃ حفظہ وسیلان ذھنہ واطلاعہ علی العلل .
۳) مقدمہ ابن الصلاح، النوع الاول من انواع علوم الحدیث، معرفۃ الصحیح من الحدیث.

مباح و مستحب امور میں مکروہ نہیں، رہی یہ بات کہ التزام کا یہ اثر ہوگا کہ جہلا اُس کو دینی ضرورت سمجھیں گے جس سے **زیادت فی الدین** جو ایک امر قبیح ہے لازم آئے گی۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جہلا تو کیا بلکہ اکثر وہ لوگ جو احکام دین سے واقف ہیں نماز تک بھی نہیں پڑھتے جس کا اہتمام سب سے زیادہ چاہئے۔اگر یہ لوگ اِن امور میں دینی ضرورت سمجھیں گے تو بحسب مقتضائے طبع اُن کو بھی مدضروریات میں شریک کر کے خود چھوڑ دینگے اس سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو ضروریات دین میں اہتمام نہیں اگر کسی کار خیر میں اہتمام یا التزام کریں تو اُس سے اُن کی کوئی غرض اور جہت ہوتی ہے۔

کوئی امرِ خیر میں کسی عمل وفعل کا التزام کرنا

جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تعین والتزام میں دوسری جہت تھی جو اُن کی جلالت شان سے ظاہر ہے کہ انہوں نے وہ التزام وتعین دینی ضرورت سمجھ کر نہیں کیا اسی طرح جہلا کی حالت اس بات پر دلیل ہے کہ وہ التزام وتعین کو کسی امر میں فرض و واجب نہیں سمجھتے۔مثلاً وقت معین میں مولود شریف کا التزام اور اُس میں بعض امور مستحبہ کا اہتمام اس وجہ سے ضروری سمجھتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہر ایماندار کو ضروری ہے اور یہ امور اُس پر من وجہٍ دلیل ہیں اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ اصل دین میں کوئی چیز بڑھا دی گئی۔ہاں ان دنوں ضروری سمجھنے کے لئے جو جہت قائم ہوئی وہ یہ ہے کہ اُس کو شعار مذہب اہل سنت وجماعت کا قرار دیا، اس لئے کہ وہابیہ نے اُس کے ترک کو ضروری سمجھا جس سے اُن کے مذہب کا شعار سمجھا جاتا ہے۔جب علماء نے مولود شریف فاتحہ سوم وغیرہ امور جزئیہ میں تشدد شروع کر دیا اس لحاظ سے کہ فقہاء نے مطلقاً تعین کو مکروہ لکھا ہے اور اُن کی بات کو بعض لوگوں نے مان لیا اور اُن کے ذہنوں میں یہ بات متمکن ہوئی کہ مولود شریف وغیرہ بالکل منع ہے تو وہ بچارے جہلا کیا جانے کہ مکروہ اور حرام میں کیا فرق ہے اور حرام لذاتہٖ کیا ہے اور حرام لغیرہ کیا، اس لئے اُن لوگوں نے منع میں اس قدر تشدد و اہتمام شروع کر دیا جو حرام میں چاہئے۔

غرض ان علماء کی جزئیات میں تشدد کرنے کا یہ اثر ہوا کہ ایک فرقہ نے اُن کو منع یعنی حرام سمجھ لیا اور اُن کی مقابل کی جماعت نے یہ سمجھا کہ منع کرنے والے وہابی ہیں جن کا مقصود صرف یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کسی طرح دلوں سے دور کی جائے اور کوئی فعل ایسا صادر نہ ہو جس میں تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہو اس وجہ سے ان لوگوں نے اپنے مذہب کا اُس کو شعار ٹھہرا کر اُس میں اہتمام بڑھایا اور طرفین میں مبائنت مذہبی کی وجہ سے تعصب و خصومت قائم ہوئی جس کے آثار یہ ظاہر ہوئے کہ سبّ وشتم مار پیٹ مسلمانوں میں ہر طرف ہونے لگی منشا ان امور کا صرف طرفین کی نفسانیت ہے ورنہ دین سے اُس کو کوئی تعلق نہیں۔

واقعہ مقلد و غیر مقلد

چنانچہ ایک معتبر صاحب اپنا دیکھا ہوا واقعہ بیان کرتے تھے کہ کلکتہ کی مسجد میں غیر مقلد صاحب نے نماز میں بلند آواز سے آمین کہا۔ مقلد صاحب نے جو وہ بھی نماز ادا کر رہے تھے جواب میں بہ آواز بلند کہا (شالا) جو بنگالی زبان میں سخت گالی ہے۔ دوبارہ غیر مقلد صاحب نے آمین کا اعادہ کیا۔ تو پھر مقلد صاحب نے اُسی لہجہ میں بلند آواز سے کہا (شالا بٹا شالا) پھر غیر مقلد صاحب نے تیسرے مرتبہ اُسی طرح آمین کہا۔ اب مقلد صاحب رہ نہ سکے اور مارے غصہ کے نماز توڑ کر غیر مقلد صاحب پر جا گرے اور آپس میں خوب مار پیٹ ہوتی رہی۔ اگر منشا اس کا نفسانیت نہیں تو آمین کے لفظ پر اس قدر برہم ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ شافعیہ برابر آمین بالجہر کہتے ہیں کسی کو برا نہیں معلوم ہوتا اس میں شک نہیں کہ مقلد نے بہت زیادتی کی مگر اس کے ساتھ یہ بھی قابل غور ہے کے غیر مقلد نے جو بار بار شالا کے جواب میں آمین کہا جو و لا الضالین کے بعد کہنا تھا جس سے حنفیوں کی اشتعالک مقصود تھی اور ثواب کے بدلے دنیا ہی میں خصومت باہمی سے گالی وضع کی گئی۔ اعوذ باللہ من ذلک۔

الحاصل دونوں فریق میں بے وجہ عداوت کا مادہ پیدا ہو گیا جو مسلمانوں میں نہ

چاہئے یہ ساری خرابیاں اُس ایک بات کا نتیجہ ہے جو مولوی صاحب نے ایک امر مکروہ کے منع کرنے میں اپنا سارا علم خرچ کر دیا۔ بالفرض اگر کراہیت بھی ان امور کی مان لی جائے جب بھی منع کی ضرورت نہیں الاشباہ والنظائر اورحموی میں لکھا ہے، **لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات وروی عن ابی بکر بن ابراھیم انہ سئل عن ھذہ الشبہات ای عمایکون الی الحرام اقرب فقال لیس ھذا زمان الشبہات ان الحرام اغنانا ، یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک کذافی التجنیس** (۱)، یعنی یہ زمانہ مکروہ تحریمی سے بچنے کا نہیں ہے اگر حرام سے ہی اجتناب کرلیں تو کافی ہے اور یہی بات اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ **عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم فی زمان من ترک منکم عشرما امر بہ ھلک ثم یاتی زمان من عمل منھم بعشر ماامر بہ نجا** (۲). **رواہ الترمذی**، یعنی فرمائے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ سے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو اگر کوئی دسویں حصہ پر عمل نہ کریگا ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا جو اگر کوئی شخص دسویں حصہ پر بھی عمل کریگا وہ نجات پائے گا۔ **وعن جابر رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النعمان بن قوقل فقال یا رسول اللہ ارایت اذا صلیت المکتوبۃ وحرمت الحرام واحللت الحلال أادخل الجنۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم** (۳)۔ یعنی حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھنا نجات کے لئے کافی ہے۔ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں روایت کی ہے، **من مراسیل ابن ابی ملیکۃ ان الصدیق جمع بعد وفاۃ نبیھم فقال انکم تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث تختلفون فیھا والناس بعد کم اشد اختلافا فلا تحدثوا عن رسول اللہ شیئا فمن سالکم فقولوا بیننا وبینکم کتاب اللہ**

۱) غمزعیون البصائر فی شرح الاشاہ والنظائر للحموی، کتاب الحظر والا باحۃ.

۲)سنن ترمذی ، ابواب الفنن، باب ماجاء فی النھی عن سب الریاح ، رقم : ۲۲۶۷.

۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ ، وان من تمسک بما امر بہ دخل الجنۃ ، رقم : ۱۵.

فاستحلوا حلالہ وحرموا حرامہ (۱)۔ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ سلم کے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اختلافی روایتیں مت بیان کیا کرو اگر اس قسم کا تم سے سوال کیا جائے تو کہہ دو کہ قرآن شریف کافی ہے جو چیز اُس میں حلال ہے اُسکو حلال اور جو حرام ہے اُس کو حرام سمجھو۔ اب جو لوگ حلال کو حرام سمجھنے لگے کس قدر ان کی خرابی کا باعث ہوا کیونکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنا جس طرح ہے ظاہر ہے اگر تاویلات بھی کیجا ئیں تو گو کفر نہ سہی گناہ سے خالی نہیں۔

تشدد مسئلہ میلا دشریف و فاتحہ سوم اموات

جس طرح میلا دشریف کے مسئلہ میں تشدد کیا جاتا ہے اسی طرح تعین فاتحۂ سوم کے منع میں بھی سخت کوشش کی جاتی ہے حالانکہ واضع فاتحہ سوم کو اس روز کی تعین سے یہ مقصود تھا کہ اس حدیث شریف پر عمل ہوا کرے جو بخاری شریف میں ہے۔ **عن زینب بنت ابی سلمة قالت لما جاء نعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبة رضی اللہ عنها بصفرة فی الیوم الثالث فمسحت عارضیها وذراعیها وقالت انی کنت عن هذالغنیة لو لا انی سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول لا یحل لا مراة تومن باللہ والیوم الأخر ان تحد علی میت فوق ثلث الا علی زوج فانها تحد علیه اربعة اشهر** (۲)۔ یعنی روایت ہے زینت بنت ابی سلمہ سے کہ جب ابوسفیان کے انتقال کی خبر شام سے آئی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک قسم کی خوشبو منگوا کر آپ نے رخساروں اور ہاتھوں پر ملیں اور فرمائیں کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنی تھی کہ آپ فرماتے تھے ایمان والی عورت کو حلال نہیں کہ سوائے اپنے شوہر کے تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے۔ البتہ اسکو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا چاہئے۔ اس حدیث شریف سے تعین

۱) تذکرة الحفاظ للذهبی، مقدمه الطبقة الاولی من الکتاب.

۲)صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب احداد المرأة علی غیر زوجها، رقم: ۱۲۸۰.

روز سوم کی اصلیت ثابت ہوتی ہے کہ منتہائے مدت سوگ اور شیرنی اور فواکہ موسمی اور خوشبو مجلس فاتحہ سوم میں حاضر کرنے کے لئے یہی ماخذ اصل ہے کیونکہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بلاضرورت خوشبو ملیں۔اسی وجہ سے یہ اشیاء ہمارے ملک میں خاص ایام ماتم میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں جس طرح شیعہ محرم کے ایام میں پان ترک کر دیتے ہیں ویسا ہی فواکہ اور مٹھائی غم کے ایام میں نہیں کھاتے۔اس مجلس میں ان چیزوں کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ سوگ واری ختم کر دی گئی گویا یہ تعینات امتثال امر شارع پر قرینۂ فعلی قائم کر دینا ہے بلکہ خود اس کو ایک لحاظ سے اگر عین امتثال کہیں تو بے موقع نہ ہوگا۔غرض تقریب فاتحہ سوم بھی بے اصل نہیں جو اہل انصاف کو رفع نزاع کے لئے اس قدر کافی ہے اور جن کو جھگڑا بڑھانا یا مادۂ مخالفت باہمی قائم رکھنا منظور ہے تو اس کا علاج نہیں طرفین کی تحریرات ان مسائل میں قیامت تک ختم نہ ہونگے اگرچہ بظاہر ان تحریرات کا نام اظہار حق اور مناظرہ رکھا جاتا ہے مگر فی الحقیقت خدا جانے کیا ہے۔درمختار میں لکھا ہے، **المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة ولاحد ثلثة حرام لقهر مسلم و اظهار علمه و نیل دنیا او مال او قبول** (۱)،اور منجملہ اُن موانع کے جس کی وجہ سے کل حدیثیں محدثین کو نہیں پہنچیں ایک یہ ہے کہ طبیعتوں میں اُن حضرات کے احتیاط تھی چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے، **عن ابن ابی ملیکة قال کتبت الی ابن عباس رضی الله عنهما اسا له ان یکتب لی کتابا ویخفی عنی فقال ولدنا صح انا اختار له الامور اختیارا واخفی عنه** (۲)۔یعنی ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھا کہ جن حدیثوں کا اظہار مناسب معلوم ہو آپ تحریر فرماویں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ لڑکا خیر خواہ معلوم ہوتا ہے اس لئے میں چند امور اُس کے لئے انتخاب کر کے لکھ بھیجتا ہوں اور جو قابل اخفا ہیں اُن کو مخفی رکھتا ہوں بخاری شریف میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے انس

۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع ، فرع یکره اعطاء سائل المسجد الااذالم یتخط رقاب الناس ،۵/ ۲۹۹ .

۲) صحیح مسلم، مقدمه، باب فی الضعفاء والکذابین ومن یرغب عن هدیثهم.

رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سخت ترین عقوبت کونسی بیان فرمائی۔انس رضی اللہ عنہ نے قصۂ عرینہ کا بیان کیا کہ جن لوگوں نے اسلام لاکر غدر کیا اور اونٹ ہانک لے گئے اور چرواہے کو قتل کرڈالا اُن کو سخت سزا دی گئی تھی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ خبر پہنچی تو کہا، **وددت انه لم يحدثه بهذا**،یعنی اگر انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث نہ بیان کئے ہوتے خوب تھا کیونکہ اُس ظالم کو اس سے جرأت پیدا ہوگی۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اس روایت کا بیان کرنا ناگوار ہوااور دارمی میں ہے، **عن نعمان بن قيس ابن عبيدة دعا بكتبه فمحاها عندالموت وقال انى اخاف ان يليها قوم فلا يضعونها فى مواضعها** (۱)،یعنی نعمان کہتے ہیں کہ عبیدہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی ساری کتابیں منگوا کر سب کو دھوڈالا اور کہا مجھے خوف تھا کہ کہیں یہ کتابیں اُن لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور موقع پر اُن کا استعمال نہ کریں۔بعض محدثین بہت سی روایتیں خوف سے بیان نہ کرسکے چنانچہ اسدالغابہ میں لکھا ہے کہ اوزاعی اور زہری رحمہما اللہ نے بنی امیہؔ کی حکومتی خوف سے فضائل اہل بیت میں کوئی روایت بیان نہیں کئے اتحاف الفرقہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب سے نقل کیا ہے کہ یوسف بن عبید کہتے ہیں میں نے حسن بصری سے پوچھا آپ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ کو نہیں پایا پھر بلا واسطہ حضرت کا قول کیسے بیان کرتے ہو، جواب میں کہا کہ تم نے تو ایسی بات پوچھی جواب تک کسی نے نہیں پوچھی تھی اگر مجھ کو تم سے خاص تعلق نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ کہتا۔ سنوتم جانتے ہو کہ میں کس زمانہ میں ہوں۔حجاج کی عملداری ہونے سے جو جو روایتیں علی کرم اللہ وجہہ سے میں نے سنی ہیں نہ اُن کا نام لے سکتا ہوں نہ اُن روایات کو زباں پر لاسکتا ہوں۔صرف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہہ دیتا ہوں اور بعض سلاطین نے بلحاظ مصلحت ملکی لوگوں کو بعض علماء کے پاس بیٹھنے سے منع کردیا تھا چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے۔**قال ابو يونس القوى دخلت المسجد فاذا**

---

۱)سنن دارمی، کتاب العلم، باب من لم یر کتابة الحدیث، رقم : ۴۸۱ .

سعید بن المسیب جالس وحده قلت ماشانه؟ قالوا نهى ان يجالسه احد(۱).

تقلیل روایت کا باعث

اور تقلیل روایت ہونے کا یہ بھی ایک باعث ہوا جو علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایسی بات بیان نہ کرو جو لوگوں کے سمجھ میں نہ آوے۔ اس لئے ہر ایک محدث کو اُس کے خیال کے موافق جو جو حدیثیں ملیں اُن کو روایت کیں اور جو مخالف مشرب اور خیال کے پایا اُن کے لینے میں توقف کیا۔ چنانچہ طبقات الحفاظ میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ قال طاؤوس لو ان ابن عباس اتقى الله وامسک عن بعض حديثه لشدت اليه المطايا (۲)، یعنی ابن عباس اگر خدائے تعالیٰ سے ڈر کر بعض روایتیں نہ کرتے تو لوگ سفر کر کے اُن کے پاس آتے۔ اور ابن عباس نے جو روایات لئے بھی تو اُن کو اُس کے روایت کرنے میں توقف کیا تھا۔ چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلو میں ابوالشیخ کی کتاب العظمة سے حدیث نقل کی جس کے اخیر میں یہ ہے۔ فما من سماوات سماء الالها اطيط كاطيط الرحل فی اول ما یرتحل وذکر كلمة منكرة لا تسوغ لنا والاسناد نظيفٌ(۳)۔ یعنی راوی نے ایک ایسی بات کہی جس کی روایت کرنی جائز نہیں۔ کہا ذہبی نے کہ اس روایت کی اسناد پاکیزہ ہے۔

خارجیوں کا مذہب

خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل اور اہل کبائر کی نجات اور شفاعت وغیرہ میں جو روایتیں کہ اُن کے مذہب کے مخالف ہیں غالباً ہرگز بیان نہ کرینگے۔ چنانچہ فتح الباری

---

۱) تذكرة الحفاظ للذهبى ، مقدمه، الطبقة الثانية من الكتاب،

۲) تذكرة الحفاظ للذهبى ، مقدمه، الطبقة الثانية من الكتاب،

۳) كتاب العلو: فی ذکر ما اتصل بنا عن التابعين ،المطبع الانصاری. دلهی، ص: ۱۲۳ .

کے باب، **لا یدخل الدجال المدینة**، میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے دجال کے وجود کا انکار کیا اور جتنی صحیح روایتیں اس باب میں وارد ہیں اُن سب کو رد کر دیا۔

مذہب روافض وخوارج ومعتزلہ وجہمیہ وغیرہ

علیٰ ھذا القیاس روافض وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر دونوں فریق کل روایات کو مان لیتے تو خلاف باقی نہ رہتا اور سب مل کر ایک ہی مذہب ومشرب ہو جاتے حالانکہ محدثین میں ہر مذہب ومشرب کے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کے اسانید میں۔ رافضی، خارجی، مرجی، جبری، قدری، جہمی، وغیرہ موجود ہیں۔ جس کے ثبوت میں مقدمہ فتح الباری وغیرہ شاہد مدعیٰ ہے۔ غرض جس راوی کے مذاق واجتہاد کے مطابق جو روایت نہیں ہوئی اُس نے اُس کی روایت نہیں کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رؤیت کے باب میں موقوف روایتیں ذکر کیں جس سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنے قیاس سے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شبِ معراج جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس وجہ سے حق تعالیٰ فرماتا ہے، **لا تدرکه الابصار** (۱). **وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا اومن وراء حجاب**(۲)۔ حالانکہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بروایات صحابہ کبار ثابت کرتے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

روی عن ابن عباس رضی الله عنهما انه راٰه بعینه ومثله عن ابی ذر وکعب والحسن کان یحلف علی ذلک وحکی مثله عن ابن مسعود وابی هریرة واحمد بن حنبل وحکی اصحاب المقالات عن ابی حسن الاشعری وجماعة من

۱)سورۃ انعام: ۱۰۳۔

۲)سورۃ شوری: ۱۵۔

اصحابه انه راٰه والحجج فی هذه المسئلة وان كانت كثيرة ولكنا لا نتمسک الابالاقوی منها وهو حديث ابن عباس رضی الله عنهما اتعجبون ان تكون الخلة لابراهيم والكلام لموسیٰ والرؤية لمحمد صلی الله عليه واله سلم وان عكرمة سئل ابن عباس هل رای محمد صلی الله عليه وسلم ربه قال نعم وقد روی باسناد لاباس به عن شعبة عن قتادة عن انس رضی الله عنه قال را ی محمد صلی الله عليه وسلم ربه وكان الحسن يحلف لقد رای محمد ﷺ ربه والاصل فی الباب حديث ابن عباس رضی الله عنهما حبر الامة والمرجوع اليه فی المعضلات وقد راجعه ابن عمر فی هذه المسئلة وسئله هل رای محمد صلی الله عليه وسلم ربه فاخبره انه راٰه ولا يقدح فی هذا حديث عائشة فان عائشة رضی الله عنها لم تخبر انها سمعت النبی صلی الله عليه وسلم يقول لم اربی وانما ذكرت ماذكرت متاوّلة والحاصل ان الراجح عنداكثر العلماء ان رسول الله صلی الله عليه وسلم رای ربه بعينی راسه ليلة الاسراء لحديث ابن عباس وغيره مما تقدم واثبات هذا لاياخذونه الابالسماع من رسول الله صلی الله عليه وسلم هذا مما ينبغی ان لا يتشكک فيه (۱).

اقوال صحابہ سے رؤیت الٰہی کا ثبوت

اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بہ روایت صحیحہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت کیا اور نقل کیا ہے کہ مزوری نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہے، (جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اُس نے حق تعالیٰ پر افترا کیا) آیا قول کس طرح رد کیا جائے۔ حضرت امام نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس قول سے کہ رأیت ربی فرمایا رد ہوسکتا ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمودہ عائشہ

۱)شرح النووی علی مسلم ، كتاب الايمان، باب معنی قول الله عزوجل (ولقد راٰه نزلة اخریٰ)

رضی اللہ عنہا کے قول سے بزرگ ہے۔ اسی طرح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا وہ با قسمیہ کہتے تھے کہ واللہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ غرض اُن صحیح روایات کو جن کے وثوق پر عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو رد کرنا اور رؤیت کی ثبوت میں قسم کھا لینا اُن اکابر دین پر آسان ہو گیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا، کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ روایتیں نہیں پہونچیں تھیں۔ حالانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مرفوع نہیں صرف انکا اجتہاد تھا جو استدلال سے ظاہر ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی رؤیت پر قرآن شریف سے استدلال کیا اور مزید براں روایت (رأیت ربی) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ثابت ہے اسی بنا پر اکثر صحابہ وتابعین وغیرہم نے رویت کو ثابت کیا چنانچہ فتح الباری میں مصرح ہے، مگر چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کے موافق تھا اس لئے انہوں نے وہی روایتیں ذکر کیں۔

کُل روایت بخاری واجب العمل نہیں

اگر کہا جائے کہ بخاری شریف کی کل روایتیں واجب التسلیم ہیں تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ محکی عنہ کے وجود پر اُن سے ظن غالب ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ سب قطعی ہو سکتے ہیں۔ اور نہ سب واجب العمل ہیں جن کی تصریح سورۂ واللیل میں دیکھ لیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں یہ روایت ہے۔ **عن علقمة قال دخلت فی نفرٍ من اصحاب عبد الله الشام فسمع بنا ابوالدرداء فاتانا فقال افیکم من یقرأ فقلنا نعم قال فایّکم اقرا فاشاروا الیّ فقال اقرا فقرات واللیل اذا یغشیٰ والنهار اذاتجلیٰ والذکرو الانثیٰ قال اانت سمعت من فی صاحبک قلت نعم قال فانا سمعنا من فی النبی صلی الله علیه وسلم وهولآء یابون علینا** [1]۔ یعنی روایت ہے علقمہ سے وہ کہتے تھے کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی جماعت میں ملک شام گیا

[1] صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب [والنهار اذا تجلی اللیل] رقم : ۴۹۴۳.

ابوالدرداؓ رضی اللہ عنہ سن کر ہمارے پاس آئے اور پوچھا کے تم میں کوئی قاری بھی ہے ہم نے کہا ہے۔ کہا سب سے بہتر پڑھنے والا کون ہے سبھوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ مجھ سے کہا کے کچھ پڑھو میں نے پڑھا، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ .وَا لنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَا لذّكر وَالْاُنُثٰى ۔ سن کر کہا کیا تم نے اپنے استاد سے ایسا ہی سنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقدس دہان مبارک سے ایسا ہی سنا ہے اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں(۱)۔ اور بخاری شریف میں ہے، عن ابی عباس رضی الله عنه قال لمّا نزلت وانذر عشیرتک الاقربین الحدیث وفی اٰخره فنزلت (تَبَّتُ يَدَا اَبِى لَهَبٍ) وقدتبت هكذاقرا الاعمش يومئذ (۲) یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تبت یدآ ابی لهب وقد تبت، نازل ہوااور یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے۔ عن یحییٰ عن الحسن قال اكتب فی المصحف فی اول الام بسم الله الرحمن الرحيم واجعل بين السورتين خطاً(۲)، یعنی فرمائے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم صرف قرآن شریف کے شروع میں لکھنا چاہئے۔ اور دوسورتوں کے بیچ میں فاصلہ کے لئے ایک خط کھینچ دینا کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایتیں خلاف اجماع امت ہیں۔ غالبًا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان روایتوں پر عمل نہ کرتے ہونگے۔

عثمان بن ابی شیبہ کا حال

اس قسم کے امور میں ائمہ فن ہی کی تقلید ضرور ہے ورنہ عثمان بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثل صادق آتی ہے جن کا حال میزان الاعتدال میں ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ بڑے جلیل القدر محدث ہیں۔ بخاری مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے صحیحین میں اُن پر اعتماد کیا ہے مطئن کہتے ہیں کہ ایک روز عثمان نے یہ پڑھا، (فضرب بينهم بسنّورله ناب) لوگوں نے کہا آپ یہ کیا پڑھتے ہو؟ آیۃ شریفہ تو یوں ہے (فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ) اس آیۃ شریفہ کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن منافقین مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو تا ہم بھی

۱)صحیح البخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب النهار اذا تجلی.
۲)صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن ، باب قوله، [تبت یدا ابی لهب] رقم : ۴۹۷۱.

تمہارے نور سے روشنی لیں۔ اہل ایمان اُن سے کہیں گے اگر ممکن ہو تو پیچھے لوٹو اور نور ڈھونڈ لاؤ یعنی دنیا سے یہاں نور لانا چاہئے۔ منافق یہ سن کر پیچھے لوٹیں گے ساتھ ہی ایک بڑی دیوار کھنچ جائے گی اُس میں اہل ایمان داخل ہونے کے لئے دروازہ ہوگا جس کی خبر حق تعالیٰ اس آیت سے دیتا ہے۔(**فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ**) اگر **فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُنّورٍ لَّهُ نـاب** پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ ساتھ ہی ایک بلّی ان کے درمیان ماری جائے گی جس کو **نـاب** یعنی کوچلی ہوگی کہا حمزہ کی قرات ہمارے پاس بدعت ہے ابراہیم بن خصّاف کہتے ہیں کہ ایک روز عثمان نے پڑھا **جعـل السفينة فى رحل اخيه** لوگوں نے کہا کہ قرآن مجید میں تو یوں ہے،(**جعل السقاية فى رحل اخيه**) کہا عاصم کی قرات میں نہیں پڑھتا۔حسن بن حباب کہتے ہیں کہ ایک روز انہوں نے **اَلَمْ تَرَ كَيْفَ** کی تفسیر میں بجائے (**اَلَـمْ تَر** کے **الف لام ميـم تر**) پڑھا۔اسمعیل بن محمد قشیری کہتے ہیں کہ(**مـن الـجـوارح مكلّبين**) میں **مـن الـخوارج مكلبين** پڑھا۔خطیب اپنے جامع میں لکھتے ہیں کہ جیسی تصحیف قرآن کی عثمان بن ابی شیبہ سے منقول ہے کسی محدث سے نہیں۔

ضرورت تقلید ائمہ وعلمائے ہر فن

غرض ہر فن کے ائمہ کی تقلید چھوڑ دینے میں اسی قسم کی خرابیاں ہوتی ہیں۔ ورنہ عثمان جیسے محدث کا اس طرح آیتوں کا پڑھنا امر حیرت خیز ہے جو معمولی طالب علم ترجمہ داں سے بھی ایسی غلطی نہ ہوگی عثمان بن ابی شیبہ کبھی حمزہ کی اور کبھی عاصم کی تقلید کا انکار کرتے تھے۔اس سے حکایت حال غیر مقلدین مقصود ہے کہ جو لوگ ائمہ فن کی تقلید نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لفظ لفظ پر اُن سے غلطی ہونا ممکن ہے۔سلامتی اسی میں ہے کہ ہر فن کے اکابر اور علماء کی تقلید کی جائے۔اور جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے،**قـد جـمـعت المسند و الفتهُ من اكثر سبعمائة الف و خمسين الفا كما فى جواهر الاصول**۔اس سے انحصار کل احادیث کا معلوم نہیں ہوسکتا۔الحاصل واقع میں حدیثیں بہت تھیں اکثر مفقود ہوگئیں وجہ اس کی یہ ہوئی کہ بنظر(**مـن كـذب عـلـىّ متعمداً**) کبھی اول تو خود صحابہ ہی روایت کرنے میں بہت

احتیاط کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باوجود اس قدر طول ملازمت کے کل تخمیناً سو روایتیں ہیں۔ پھر جس قدر صحابہ سے روایتیں پہنچیں وہ بھی سب باقی نہیں رہیں اس لئے کہ اسی زمانے کے قریب میں بہت وضّاع و کذّاب پیدا ہو گئے اور محدثین کو اکثر احتیاط کرنی پڑی پھر احتیاط کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر بہت سی احادیث چھوڑی جاتی تھیں۔ چنانچہ ابن الصلاح نے معرفت انواع علوم حدیث میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کسی نے شعبہ سے پوچھا کہ فلاں شخص کی حدیث کو آپ نے کیوں چھوڑ دیا۔ کہا (**رایتہ یرکض علی برذون فترکت حدیثہ**)[۱] یعنی وہ شخص گھوڑے کو ایڑ مارتا تھا اس لئے میں نے اُس کی حدیثیں چھوڑ دیا۔ مسلم بن ابراہیم سے کسی نے پوچھا کہ صالح برّی کی حدیث کو کیوں تم نے چھوڑ دیا۔ مسلم نے جواب میں کہا، **ما یصنع بصالحٍ ذکروہ یوما عند حماد بن سلمۃ فامتخط حماد**[۲]، یعنی کیا کریں صالح کو؟ ایک روز حماد بن سلمہ کے روبرو اُس کا ذکر ہوا۔ حماد نے سن کر انکار سے ناک چھینکا۔ **میزان الاعتدال** میں محمد بن حمید الرازی کے احوال میں لکھا ہے کہ اُن کو کسی نے کذاب کسی نے سارق الحدیث وغیرہ کہا اور کسی نے کہا کہ اُن کے پاس پچاس ہزار حدیثیں ہیں مگر میں اُن سے ایک حرف روایت نہ کروں گا۔ لیکن احمد بن حنبل و ابن معین نے اُن سے روایت لی ہے اور ابو زرعہ کا قول ہے کہ جس نے محمد بن حمید کو چھوڑ دیا اُس نے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔ اور سوا اس کے بعض محدثین نے بوجہ رشک اور حسد باہمی کے ایک دوسرے کی حدیثیں چھوڑ دیں چنانچہ **میزان الاعتدال** میں حافظ ابی نعیم اصبہانی کے احوال میں لکھا ہے کہ ابن مندہ نے اُن پر سخت تہمت لگائی تھی جس کا بیان مناسب نہیں۔ اور اکثر اقران میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں لوگ ایسے امور سے بچے ہوں سوائے انبیاء و صدیقین کے۔ اگر چاہوں تو اُس کے نظائر سے کئی جز بھر دوں۔ اسی طرح بعضوں کو کسی جماعت خاص

---

۱) مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، لنواع الثالث والعشرون، معرفۃ صفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد روایتہ.

۲) الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح فی علوم الحدیث، لنواع الثالث والعشرون، معرفۃ صفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد روایتہ.

سے ایک قسم کی مخالفت ہوتی ہے چنانچہ مولانا محمد عبدالحیٔ صاحب نور اللہ مرقدہ نے السعی المشکور میں لکھا ہے۔ ذہبی کی عادت تھی جب کبھی صوفیہ واشاعرہ کا ذکر کرتے عیوب کے ساتھ کرتے۔ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض میں لکھا ہے۔ وان غرک دندنة الذهبی فقددندن علی الامام فخر الدین بن الخطیب ذی الخطوب وعلی اکبر من الامام وهو ابو طالب المکی صاحب قوت القلوب وعلی اکبر من ابی طالب وهو الشیخ ابو الحسن الاشعری الذی یحول فی الاٰفاق ویجوب وکتبه مشحونةٌ بذلک المیزان والتاریخ وسیر النبلاء فقابل انت کلامه فی هٰؤلآء کلا والله لا یقبل کلامه فیهم بل نوصلهم ونوفیهم ۔اور محمد بن فضل اللہ محبی خلاصة الاثر فی اعیان الحادی عشر میں لکھتے ہیں۔قال التاج السبکی فی طبقات الشافعیة هذا شیخنا الذهبی له علم ودیانة وعنده علی اهل السنة تحمل مفرط فلایجوزان یعتمد علیه وهو شیخنا ومعلمنا غیر ان الحق احق بالاتباع وقد وصل من التعصب المفرط الی حدٍ یستحی منه وانا اخشی علیه من غالب علماء المسلمین وائمتهم الذین حملوا الشریعة النبویة فان غالبهم اشاعرة وهو اذا وقع باشعری لایبقی ولایذر والذی اعتقده انهم خصماوه یوم القیامة فالله المسول ان یخفف عنه وان یشفعهم فیه (۱)۔اور عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواهر فی ذکر عقائد الاکابر میں لکھتے ہیں۔من سئل الحافظ اباعبدالله الذهبی عن قول الشیخ محی الدین فی کتابه الفصوص انه ماصنعه الاباذن من الحضرة النبویة فقال ما اظن ان مثل هذا الشیخ یکذب مع ان الحافظ الذهبی کان من اشد المنکرین علی الشیخ وعلی طائفة الصوفیة هو وابن تیمیة۔اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں یہ بات ثابت تھی کہ جنہوں نے قول وعمل کو ایمان میں داخل نہیں کیا اُن کی روایت معتبر نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

۱)خلاصة الاثر فی أعیان القرن الحادی عشر، حرف الدال المهنلة .

الرفع والتکمیل میں طبقات شافعیہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ینبغی لک ایھا المسترشد ان تسلک سبیل الادب مع ا لائمۃ ا لماضیین وان لا تنظرا لی کلام بعضھم فی بعض الا اذا اتیٰ ببرھان واضح ثم ان قدرت علی التاویل وتحسین الظن فدونک والافاضرب صفحا عماجری بینھم فانک لم تخلق لھذا فاشتغل مما یعنیک ودع مالا یعنیک وایاک ثم ایاک ان تصغی الی ما اتفق بین ابی حنیفۃ وسفیان الثوری اوبین مالک وابن ابی ذئب اوبین احمد والحارث المحاسبی وھلم جراً الی زمان العزبن عبد السلام والبیھقی وابن الصلاح[1]۔

امام بخاری سے محدثین نے روایات لینا ترک کردیا تھا

مولانائے ممدوح نے السعی المشکور کے متن میں اعلام ثلاثہ کا قول نقل کیا ہے، ذکرہ ابو حفص الفلاس فقال لیس بشئی۔ قلت ھذا من کلام الاقران الذی لا یسمع جمعا، یعنی جمع میں اقران کا کلام نہیں سنا جاتا ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کے لینے کو ترک کردیا تھا اس کا سبب یوں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ (تلفظ بالقرآن مخلوق ہے) اور محدثین اس اعتقاد والوں کو (لفظیہ) کہتے تھے جو ایک شاخ فرقہ جہمیہ کی ہے۔ سب سے پہلے حسین ابن علی کرابیسی جو امام شافعی کے شاگرد خاص تھے اس بات میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہوئے۔جس کی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے ملاقات کرنا ترک کردی اُن کے بعد داؤد بن علی اصبہانی جو سرگروہ فرقہ ظاہریہ کے ہیں وہ بھی اس عقیدہ میں میں امام بخاری کے مقلد ہوئے۔اور جب وہ بغداد آئے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتقاد کی وجہ سے اُن کو اپنی مجلس میں آنے کی اجازت نہ

ا) الرفع والتکمیل، فی بیان حکم غیر البرئی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسُبُکی، الطبقۃ الثانیۃ، ذکر البحث عما کان بینہ وبین الامام احمد رحمہ اللہ .

دی۔ابن ابی حاتم نے جہمیہ کی رد میں جو کتاب لکھی ہے اُس میں کئی ائمہ حدیث کے قول سے یہ ثابت کردیا ہے کہ لفظیہ فرقہ جہمیہ سے ہیں جس کے ثبوت میں فتح الباری کی یہ عبارت ہے۔

تلفظ بالقرآن کے متعلق اقوال

وھذہ المسئلة ھی المشھورة بمسألة اللفظ ویقال لا صحابھا اللفظیة واشتد انکار الامام احمد رحمة الله علیه ومن تبعه علی من قال لفظی بالقرآن مخلوق ویقال ان اول من قاله الحسین بن علی الکرابیسی احد اصحاب الشافعی الناقلین لکتابه القدیم فلما بلغ ذلک احمدیدعه ویھجره ثم قال بذلک داؤد بن علی الاصبھانی راس الظاھریة وھو یومئذ بنیشافور فانکر علیه اسحاق وبلغ ذلک احمد فلما قدم بغداد لم یاذن له فی الدخول علیه وجمع ابن ابی حاتم اسماء من اطلق علی اللفظیة انھم جھمیة فبلغو اعدداً کثیرا من الائمة وأفرد لذلک بابا فی کتابه الرد علی الجھمیه (۱) ۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلو میں لکھا ہے کہ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد سے پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں اُس شخص کی نسبت جو یہ بات کہے کہ تلاوت اور ہمارا تلفظ قرآن کے ساتھ مخلوق ہے اور قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہے؟ فرمایا یہ اعتقاد جہمیہ کا ہے۔**قال الذھبی فی کتاب العلو ان الحافظ اللیث عبد الله بن الامام احمد رضی الله عنه قال سا لت ابی مایقول فی رجل قال التلاوة مخلوقة والفاظنا بالقراٰن مخلوقة والقراٰن کلام الله لیس بمخلوق قال ھذا کلام الجھمیة۔**

اکابر محدثین کا عقیدہ تھا کہ تلفظ بالقرآن مخلوق نہیں

الحاصل اکابر محدثین اس بات کے قائل تھے اور اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ تلفظ بالقرآن بھی مخلوق نہیں منجملہ اُن اکابر کے شیخ الاسلام محمد بن یحیٰ ذہلی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔محمد بن یحیٰ

۱)فتح الباری لابن حجر، کتاب الفتن ، قوله باب قول الله تعالیٰ فلا تجعلوا لله أندادا، تحت ،رقم : ۷۵۲۰ .

بہت بڑے محدث تھے اکثر اکابر محدثین اور ابی ذرعہ وغیرہ کو اُن سے تلمذ تھا۔ابوذرعہ کی جلالت شان کی نسبت ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ وہ شخص ہیں کہ امام مسلم کہتے ہیں جب میں نے صحیح لکھی ابوذرعہ کو بتلایا انہوں نے جن جن حدیثوں میں علت بیان کی اُن کو میں نے کتاب سے نکال دیا۔

ذہلی کے احوال اور اُن کے اقوال

ذہبی نے طبقات میں اور صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے **خلاصہ التہذیب** میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ذہلی کے شاگرد ہیں۔ذہبی نے **تذکرۃ الحفاظ** میں محمد ابن سہل سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ذہلی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ملاقات کو آئے۔احمد اُن کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اس پر اہل مجلس کو تعجب ہوا مگر وہ ایک جلیل القدر تھے اس لئے سب مؤدب ہو گئے امام نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم سب ان کی شاگردی سے استفادہ حدیث کا کیا کرو جو باعث فخر ہے۔ذہلی کا قول تھا جس نے کہا کہ **تلفظ بالقرآن** مخلوق ہے وہ بدعتی ہے اُس کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ اُس سے بات کیا کریں۔ذہلی کو جب معلوم ہوا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد بھی یہی ہے تو سب اہل مجلس سے کہہ دیا کہ جو کوئی بخاری کے پاس جائے وہ اُن کے ہم مذہب ہونے پر ضرور متہم ہوگا اس وجہ سے سوائے مسلم اور احمد بن سلمہ کے کل محدثین نے اُن سے ملاقات اور حدیث لینے کو ترک کر دیا تھا۔ایک روز ذہلی نے فرمایا جو شخص **تلفظ بالقرآن** کو مخلوق کہتا ہو اُس کو حلال نہیں کہ ہماری مجلس میں آوے اُس مجلس میں مسلم بھی موجود تھے سنتے ہی اپنی چادر لے کر اُٹھ کھڑے ہو گئے اور گھر جا کر جتنی روایتیں بخاری سے لکھی تھیں اُن سب کا بوجھ حمال پر رکھ کر ذہلی کے پاس بھیج دیں جو اس عبارت سے ظاہر ہے۔**ذکر فی مقدمة فتح الباری قال ابو حامد ابن الشرقی سمعت محمد بن یحییٰ الذھلی یقول القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقرآن مخلوق فھو مبتدع ولایجالس ولا یکلم**

ومن ذهب بعد هذا الى محمد بن اسمعيل فاتهموه فانه لا يحضر مجلسه الامن كان على مذهبه وقال الحاكم ولما وقع بين البخارى رحمةالله عليه وبين الذهلى رحمةالله عليه فى مسئلة اللفظ انقطع الناس عن البخارى رحمةالله عليه الامسلم بن الحجاج رحمةالله عليه واحمد بن سلمة قال الذهلى ألا من قال باللفظ فلا يحل له ان يحضر مجلسنا فاخذ مسلم رحمةالله عليه رداء ه فوق عمامته وقام على رؤوس الناس فبعث الى الذهلى جميع ماكان كتبه عنه على ظهر حمّال[1]۔

امام بخاری کا تلفظ بالقرآن کہنے پر براءت کرنا

ابوعمر کہتے ہیں کہ بعداس واقعہ کے میں نے امام بخاری کی ملاقات کرکے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ (تلفظ بالقرآن مخلوق ہے) کہا اے عمر یاد رکھو کہ جوکوئی خواہ اس شہر نیشاپور کا یا کسی اور شہر کا یہ کہے کہ میں نے تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہا ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے۔ ہاں میں نے یہ کہا کہ افعال بندوں کے مخلوق ہیں۔ كما فى مقدمة فتح البارى قال ابوعمر وفاتيت البخارى رحمةالله عليه فذاكرته بشئى من الحديث حتى طابت نفسه فقلت ياابا عبدالله ههنا من يحكى عنك انك تقول لفظى بالقرآن مخلوق فقال يا ابا عمرو واحفظ عنى من زعم من اهل نيشافور وسمى غيرها من ا لبلدان بلاد اكثيرة اننى قلت لفظى بالقرآن مخلوق فهو كذاب فانى لم اقله الاانى قلت: افعال العباد مخلوقة[1]۔

امام بخاری کا اعتقاد قرآن کے متعلق

اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرقۂ جہمیہ میں داخل کیا اور اُن سے روایات لینے کو ترک کردیا تھا تو کیا واقعی وہ اس بات کے سزاوار ہوسکتے

ا) فتح البارى لابن حجر ، مقدمه تصانيفه والرواة عنه.

تھے ہرگز نہیں اب مبنیٰ اس خلاف کا معلوم کرنا چاہئے کہ کیا تھا اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام تہمت کی وجہ سے متروک الروایت ہو گئے تھے مبنیٰ جرح کا یہ تھا کہ (**تلفظ بالقرآن**) کو مخلوق کہنے سے قرآن کے مخلوق ہونے کا ایہام ہوتا ہے جو کفر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا اور نہ وہ اس کے قائل تھے کہ کلام الٰہی جو ملفوظ ہے مخلوق ہے بلکہ وہ ایک غامض اور نازک فرق بیان کر کے فرماتے تھے کہ **تلفظ بالقرآن** ہمارا فعل ہے اس کو مخلوق کہنے میں کوئی تامل نہیں۔ ورنہ بعض افعال عباد کا غیر مخلوق ہونا لازم آئے گا چنانچہ انہوں نے کتاب **خلق افعال العباد** اسی غرض سے لکھی۔ اور ابتداء میں یہ ثابت کیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ پھر بیان کیا کہ بندہ کی طرف قرآن منسوب نہیں بلکہ قرات منسوب ہے۔ اس لئے کہ قرآن خدائے تعالیٰ کا کلام اور قرات بندہ کا فعل ہے جس نے ان دونوں میں فرق نہ کر سکا اُس کو دل کا اندھا کہنا بیجا نہ ہوگا۔ **کما قال فی جزئه خلق افعال العباد وقد یقال فلان حسن القراء ة وردی القراء ة ولا یقال حسن القرآن وردی القران وانما نسب الی العباد القراء ة لاالقرآن لان القرآن کلام الرب جل ذکره والقراء ة فعل العبد ولا یخفی معرفة هذالقدر الاعلی من أعمی الله قلبه ولم یوفقه ولم یهد سبیل الرشاد**[۲]۔ ابن حجر نے فتح الباری کے باب **ذکر الله بالامر** میں اس کا فیصلہ عمدہ طور پر کیا ہے کہ جب کسی عالم کو کوئی ایک بدعت کے رد کرنے میں توغل ہو جاتا ہے تو اکثر اُس کے کلام اُس کی تحریر اُس کے خیال کے موافق ہوتی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اُن لوگوں کے خلاف میں تھے جن کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور اسی پر اُن لوگوں کے رد کرنے میں مبالغتاً کوشش کیا کرتے تھے یہاں تک خیال ہو گیا تھا کہ جو شخص اس مسئلہ میں توقف کرتا یا ان کے خلاف اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا تو اُس سے انکار کرنے لگتے اور جس شخص نے **تلفظ بالقرآن** کو مخلوق ہے کہتا اُس کا بھی رد کر دیتے اس خیال سے کہ مبادا کوئی اس پیرایہ میں (قرآن ملفوظ کو مخلوق نہ کہہ دے) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ان لوگوں کے رد کرنے میں خیال ہو گیا تھا جنہوں نے آواز، اور قرآن کی سیاہی، اور ورقوں کو بھی غیر مخلوق

۱) فتح الباری لابن حجر ، مقدمه تصانیفه والرواة عنه.
۲) خلق افعال العباد للبخاری، باب ما نقش النبی فی خاتمه من کتاب الله وما یدخل به الحاجة.

ہے کہنے لگے تھے۔ اُسی وقت ضرورت ہوئی کہ تلاوت اور نفس قرآن میں فرق بتلائیں۔
حاصل یہ کہ واقع میں امام احمد بن حنبل، ذہلی وغیرہ محدثین، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں
کوئی خلاف نہ تھا صرف قصور فہم یا اختلاف رائے کی وجہ سے دو جماعتیں قائم ہوگئیں تھیں۔
اور نہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کسی طرح کا جرح ہوسکتا ہے۔

ایمان میں کمی وزیادتی ہونے کا اختلاف

مسئلہ (کمی وزیادتی ایمان میں) محدثین اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مابین جو کچھ
اختلاف تھا ظاہری اور جو نزع تھی لفظی ہے درحقیقت دونوں کا مطلب اور منشاء ایک ہی تھا۔
جس کی موافقت اور تطابق کو ہم نے **التبیان فی مسئلہ الایمان** میں ثابت کیا ہے۔ اور
سنئے کہ کل خوارج اور معتزلہ کے فرقے اور بعض دوسرے فرقوں کے لوگ اس بات کے معتقد
ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کافر ہے اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو مثل کفار کے ہمیشہ دوزخ میں
رہے گا اور کل اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ (مرتکب کبیرہ قطعی دوزخی نہیں۔ حق تعالیٰ
اگر چاہے معاف کردے اگر دوزخ میں داخل بھی ہوگیا ہے تو بعد شفاعت دوزخ سے نکلے
گا۔ اگر ایمان مجموعہ تصدیق، قول، وعمل کا قرار دیا جائے تو ایک جزء کے فوت ہوجانے سے
مجموعہ کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔ جیسا کہ منافق میں قول، اور عمل پائے جاتے ہیں مگر صرف
ایک جز وتصدیق کے نہ پائے جانے سے ایمان صادق نہیں آتا جس کی وجہ سے وہ بے ایمان
دوزخ میں ابدالآباد رہے گا۔ اسی طرح اگر تصدیق واقرار موجود ہوں اور عمل نہ ہو تو بھی ایمان
نہ پائے جانے سے خلود نار لازم لائے گا حالانکہ اس اعتقاد والوں کا فرقہ اور مذہب باطل ہے
اس مسئلہ میں جناب امام اعظم علیہ الرحمۃ نے غور کیا کہ محدثین اور اکابر سلف کا یہ مذہب بھی
نہیں اور عمل کو ایمان میں داخل کرنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ کہیں عمل کو ترک نہ کردیں اور اگر
عمل جزء بھی ہے تو کمال ایمان کا جز ہے اصل ایمان کا جزء نہیں۔ اس لئے امام صاحب نے
تصریح کردی کہ نفس ایمان تصدیق کا نام اور عمل اس کے جز ہیں۔ قرآن وحدیث سے بھی
یہی بات ثابت ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِینَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ**

عَلَيۡهِمُ الۡمَلَائِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ. نَحۡنُ اَوۡلِيَآئُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ . نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ (۱). قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاسلام علانیۃو الایمان فی القلب (۲)۔یعنی اسلام ظاہر ہوتا ہےاور ایمان دل میں ہے۔اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نےیخرج من النار من کان فی قلبه مثقال ذرة من الایمان (۳)،یعنی دوزخ سے نکلے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا سوااس کے بہت سے آیات اور احادیث سے ظاہر ہے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کو کہتے ہیں نہ مجموعہ تصدیق واعمال کوجس کے نہ پائے جانے سے خلود نار لازم آئے کہ جو اعتقاد یہ مذہب فرق باطلہ کا ہے اس لئے جناب امام صاحب نے اعمال کوایمان میں داخل نہیں کیا (بعض محدثین نے اس لِم کو نہ سمجھ کراُن پر مرجیہ ہونے کا الزام لگایا حالانکہ وہ اس الزام سے بالکل پاک اور بری ہیں کیونکہ مرجیہ کےنزدیک عمل ضرور نہیں۔اورامام صاحب نے تصریح کردی کہ عمل ضرور ہے یہاں تک کہ ایمان واسلام کو باہم مثل ظاہر وباطن قرار دیا کہ کوئی ایک بغیر دوسرے کے متحقق نہیں ہوسکتا۔کما قال فی الفقه الاکبر الاسلام هوالتسلیم والانقیاد لا وامر اللہ تعالی فمن طریق اللغة فرق بین الایمان والاسلام ولکن لایکون ایمان بلا اسلام ولایوجد اسلام بلا ایمان وهما کالظهر مع البطن (۴)۔ابوشکورسائمی رحمۃ اللہ علیہ نےتمہید میں لکھا ہے۔روی عن عثمان بن ابی لیلی انه کتب الی ابی حنیفه رحمة اللہ علیه وقال انتم مرجیة فاجابه وقال المرجیة علی ضربین مرجیة ملعونة وانا بری منهم ومرجیة مرحومة وهم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دلیله فیه بان الانبیاء علیهم السلام

---

۱) القرآن الکریم ، سورۂ فُصِّلَتۡ ، آیت : ۳۰۔۳۱ .

۲)الجامع الصغیر :(۱/۳۰۷)طباعة مصریة.

۳) سنن ترمذی م ابواب صفة جهنم ، باب ماجاء ان للنار نفسین، وما ذکر من یخرج من النار من أهل التوحید ، رقم : ۲۵۹۸ ، شعب الایمان للبیهقی، فصل فی أصحاب الکبائر من أهل القبلة ، رقم : ۳۰۴.

۴)الفقه الاکبر لابی حنیفة، شرح معنی الاسلام والایمان: ص:۶۰ مطبوعة دائرةالمعارف.

قالوا کذلک الا تری ان عیسیٰ علیہ السلام قال ان تعذبھم فانھم عبادک ۔باوجود اس تصریح کے جو امام صاحب نے کی اگر اُن پر مرجی ہونے کا بھی الزام لگایا جاوے تو یہ بات بعینہ ایسی ہوگی کہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جہمی ہونے کا بیجا الزام لگایا جاوے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں نے اُن لوگوں سے روایت نہیں لی جنہوں نے عمل کو ایمان سے خارج سمجھا۔ **کما فی مقدمۃ فتح ا لباری وقال ای البخاری ایضاً لم اکتب الا عمن قال الایمان قولٌ وعملٌ** (۱)۔کیا اس الزام سے امام صاحب اور اُن کے اتباع میں جرح یا اُن کی کسر شان ہوسکتی ہے ہرگز نہیں۔جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو (ضعفاء) یعنی راویان ضعیف میں لکھا ہے۔ذہبی رحمۃ اللہ علیہ **میزان الاعتدال** میں لکھتے ہیں کہ اگر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُن کو ضعفاء میں نہ لکھتے تو میں اس کتاب میں اُن کا ذکر نہ کرتا کیونکہ وہ اولیاء صادقین سے ہیں۔ ذہبی نے **میزان الاعتدال** میں اُنہیں لوگوں کا ذکر کیا جن پر کسی قسم کی جرح ہوئی ہے۔اور اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اس قابل کہاں جو ایسے لوگوں کے ساتھ ذکر کئے جائیں اُن کے تقدس و فضیلت پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مقدس تعریفانہ ارشاد وارد جو مسلم شریف میں روایت ہے۔**عن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد قال ان رجلا یاتیکم من الیمن یقال لہ اویسٌ لایدع بالیمن غیر امّ لہ قد کان بہ بیاض فدعا اللہ فاذھبہ عنہ الاموضع الدینار رأوالدرھم فمن لقیہ منکم فلیستغفرلکم** (۲)۔یعنی روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ ایک شخص یمن سے تمہارے پاس آوے گا جن کا نام اویس ہے نشانی اُن کی یہ ہے کہ اُن کے چشم پر سفیدی تھی جو دعا کی وجہ سے جاتی رہی صرف ایک دینار یا درہم کے برابر باقی ہے اگر کوئی تم میں سے اُن کی ملاقات کریں تو اُن سے دعا مغفرت طلب کرو۔**وعن عمر**

---

۱) فتح الباری لابن حجر، ذکر سیرتہ، وشمائلہ وزھدہ وفضائلہ .

۲) صحیح مسلم ، کتاب الفضائل الصحابۃ رضی اللہ عنھم الجمعین، باب من فضائل أویس قرنی رضی اللہ عنہ، رقم : ۲۵۴۲ ، شعب الایمان للبیھقی فصل فیما ورد من الاخبار فی التشدید علی من اقترض، رقم : ۶۳۸۰ .

رضی اللہ عنہ قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان خیر التابعین رجل یقال لہ اویس ولہ والدۃ وکان بہ بیاض فمروہ فلیستغفرلکم رواہ مسلم وفی روایۃ لہ لواقسم علی ربہ لا برّہ (۱)۔یعنی عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے سب تابعین سے بہتر ایک شخص ہیں جن کا نام اویس ہے اُن سے تم کہو کہ تمہارے لئے دعاء مغفرت کریں۔اسی طرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے روایات کو معتبر نہیں سمجھا چنانچہ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے کہ سوا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام امت امام جعفر رضی اللہ عنہ کو معتبر اور معتمد سمجھتے ہیں۔

غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اویس کو ضعفاء میں شریک کیا اور مروان بن حکم کی روایتیں لینے میں تامل نہیں کیا چنانچہ صحیح میں کئی روایتیں موجود ہیں حالانکہ اُس نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور جو جو خرابیاں کیں ظاہر ہے۔ذہبی نے میزان میں لکھا ہے، ولہ اعمالٌ موبقةٌ نسأل اللہ السلامۃ وھو رمی طلحۃ بسھم وفعل مافعل (۲)۔ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسد الغابہ میں لکھا ہے۔ عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فمر الحکم ابن ابی العاص فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل لامتی مما فی صلب ھذا (۳)۔یعنی جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھے حکم ابن عاص مروان کا باپ روبرو سے گذرا حضرت نے اُس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ جو اس کی پیٹھ میں ہے اُس سے میری امت کی خرابی ہوگی۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا اور مروانی حکومت سے اکابر دین وغیرہ مسلمین پر نہایت ظلم ہوا۔قسطلانی

۲)صحیح مسلم ، کتاب الفضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم الجمعین، باب من فضائل أویس قرنی رضی اللہ عنہ، رقم : ۲۵۴۲ .مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ، رقم : ۲۶۶. المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم ، ذکر مناقب أویس بن عامر القرنی رضی اللہ عنہ ، رقم : ۵۷۲۰ .

۲) میزان الاعتدال ، حرف المیم ، مروان بن الحکم : ۸۴۲۲ .

۳) أسد الغابۃ ، باب الحاء والکاف، الحکم بن ابی العاص الاموی ، ۱۲۱۷ .

رحمۃ اللہ علیہ اُس حدیث کی شرح میں جس میں مروان نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے خطبہ پڑھا تھا یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے، **لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومروان فی صلبہ** ۔الحاصل مروان کی روایات کو قبول کرنے سے نہ اُس کی واقعی فضیلت لازم آتی ہے اور نہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت نہ لینے سے اُن کی منقصت شان ہوسکتی ہے نہ ایسے امور جزئیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان میں فرق آسکتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسے جلیل القدر مسلم بزرگ کی جناب میں تعصب سے بے ادبانہ گستاخی کرے تو وہ تادیب کا مستحق ہے۔ چنانچہ میزان میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب یحییٰ ابن معین کو معلوم ہوا کہ حسین کرابیسی نے امام احمد بن حنبل کی شان میں کلام کیا ہے تو لعنت کہہ کر کہا کہ یہ شخص کس قدر ضرب وتادیب کا محتاج ہے۔

بعض مقلدین کا ائمہ حدیث کی شان اور غیر مقلدین کا فقہاء سلف کے نسبت گستاخانہ کلام مسلمانوں کی شان سے بعید ہے

بڑی افسوس اور سمجھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بعض مقلدین ائمہ حدیث کی شان میں اور غیر مقلدین فقہائے سلف کی نسبت جو بے باکانہ بے ادبانہ گستاخیاں کرتے ہیں مسلمانوں کی منصفانہ شان سے بعید ہے۔حق تعالیٰ مسلمانوں کا حال اس طرح بیان فرماتا ہے کہ ،**وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** (۱) ۔اور جب کہ ہزار ہا علماء نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھ کر مان لیا تو بعض امور جزئیہ کی وجہ سے اُس میں نہ کسی کو کلام اور نہ موقع اعتراض باقی رہا، دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے،**و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولیٰ ونصلہٖ جھنم وسآءت مصیراً** (۲)۔

---

۱)القرآن الکریم ، سورۃ الحشر، آیت : ۱۰ .

۲)القرآن الکریم ، سورۃ النساء ، آیت : ۱۱۵ .

الحاصل اقسام کے یہ اسباب ہوئے جن کی وجہ سے تمام احادیث مصنفین تک نہ پہنچ سکیں پھر کیونکر یقین ہو کہ اُس واقعہ کو جس میں بہت لوگ شریک تھے سوائے ایک شخص کے کسی نے روایت نہ کی۔ اس کو بھی جانے دیجئے یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر جمعہ میں ایک نیا خطبہ پڑھتے اور سینکڑوں صحابہ اُس وقت حاضر رہتے تھے اس حساب سے ضرور ہے کہ تخمیناً چھ سو اصل خطبہ بہ روایات مختلفہ موجود ہوں حالانکہ اُن خطبوں کا وجود معدوم ہے اسی طرح پچاس ہزار حدیثیں فن قرات میں جس کی خبر حافظ ابو احمد عسال نے دی ہے ابن تیمیہ نے اسی وجہ سے **رفع الملام عن الائمة الاعلام** میں لکھا ہے **فلا یجوزان یدعی انحصار احادیث رسول الله صلی الله علیه وسلم فی دواوین معینة**۔ غرض قرینۂ مذکورہ سے بھی قطعاً موضوع ہونا حدیث کا لازم نہیں آتا۔ اور موضوع ہونے کا ایک یہ بھی قرینہ ہے کہ نقاد حدیث کے نزدیک وہ حدیث نہ پائی جائے چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے کہ قطعاً وہ حدیث موضوع نہ ہوگی جو نقاد حدیث کے نزدیک نہ پائی جاوے یعنی نہ اُن کو یاد ہو نہ اُن کی کتابوں میں مذکور ہو اور یہی قول صاحب معتمد کا ہے انتہیٰ۔

ہر چند کہ یہ بات بظاہر ٹھیک معلوم ہوتی ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ بھی قطعی قرینہ نہیں اس لئے کہ کسی کا روایت نہ کرنا تو جب معلوم ہو کہ تمام دنیا کے علماء کا علم اور جمیع کتب احادیث کا حفظ از بر ہو اور یہ ممکن نہیں چنانچہ ابن تیمیہ نے **رفع الملام** میں لکھا ہے۔ **وانما یتفاضل العلماء من الصحابة ومن بعدهم بکثرة العلم اوجودته واما احاطة واحدٍ بجمع حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم فهذا لایمکن ادعاؤه**[1]۔ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تدریب میں عز ابن جماعہ کی تقریر جو اسی قسم کی ہے نقل کر کے یہ واقعہ ذکر کیا کہ ایک روز ابو حاتم نے رشید کی مجلس میں ایک حدیث پڑھی اُس وقت زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی اُس مجلس میں موجود تھے سن کر کہا کہ اس حدیث کو میں نہیں جانتا۔ ابو حاتم نے کہا کہ کیا کل حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آپ کو یاد ہیں یا آدھے۔ زہری نے کہا کہ نہیں مگر آدھے تو مجھے یاد ہیں۔ جواب میں ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ

---

۱) رفع الملام عن الائمة الاعلام، أسباب ترک الحدیث، السبب الاول من لم یبلغ الحدیث .

نے کہا کہ اس حدیث کو بھی اُنہیں آدھے حدیثوں میں سمجھ لیجئے جو آپ کو یاد نہیں[۱]۔ اور ایک وہ قرینہ ہے جس کو ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا ہے۔ **کما فی تدریب الراوی وقال ابن الجوزی الحدیث المنکر یقشعر له جلد الطالب للعلم ویتنفر قلبه فی القالب وایضا فیه وقال ابن الجوزی ما احسن قول القائل اذا رایت الحدیث یبائن المعقول اویخالف المنقول اویناقض الاصول فاعلم انه موضوع قال مناقضة الاصول ان یکون خارجاً من دواوین الاسلام فی المسانید والکتب المشهورة**[۲]۔ یعنی حدیث منکر سننے سے اکثر طالب کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل میں ایک قسم کی نفرت پیدا ہوجاتی ہے کسی کا کیا اچھا قول ہے کہ جب کوئی حدیث عقل یا نقل یا کتب مشہورہ کے مخالف ہو تو سمجھو کہ وہ حدیث موضوع ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تدریب شرح تقریب میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے موضوعات میں حدیث حسن کو بھی داخل کر دیا ضعیف تو کہاں بلکہ صحیح کو بھی شریک کر دیا زیادہ تر نادر یہ ہے کہ ایک حدیث صحیح مسلم کی اُس میں لکھ دی ہے۔ **کما قال وقد اکثر جامع الموضوعات فی نحو مجلدین اعنی ابا الفرج ابن الجوزی فذکر فی کتابه کثیرا مما لا دلیل علی وضعه بل هو ضعیف بل وفیه الحسن بل والصحیح واغرب من ذلک ان فیه حدیثا من صحیح مسلم**[۳]۔ اور تعقبات میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے دو حدیثیں اُن کے موضوعات میں موجود ہیں۔ **کما قال ووجدت فیه ای فی موضوعات ابن الجوزی حدیثا من صحیح البخاری من روایة حماد بن شاکر وآخر متنه فی البخاری من روایة صحابی غیر الذی اورده عنه**۔ اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اڑتیس (۳۸) حدیثیں مسند امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے، اور نو (۹) ابوداود کے اور تیس (۳۰) جامع ترمذی کے اور دس (۱۰) نسائی کے اور

---

۱) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، النوع الحادی والعشرون الموضوع، تعریف الوضع وکیفیة معرفته.
۲) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، النوع الحادی والعشرون الموضوع، تعریف الوضع وکیفیة معرفته.
۳) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، النوع الحادی والعشرون الموضوع، کتاب الموضوعات لابن الجوزی وبعض الماخذ علیه.

تیں ابن ماجہ کے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں داخل کر دیا ہے۔شاید استبعاد عقلی کی وجہ سے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کیا۔ **النظر الی عليٍ عبادة** حالانکہ خود معترف ہیں کہ گیارہ (۱۱) صحابی جلیل القدر سے یہ روایت وارد ہے۔امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اگر حدیث متروک اور منکر بھی ہوتو تعدد طرق کی وجہ سے ضعیف کے بلکہ حسن کے درجہ کو پہنچ سکتی ہے، یہ حدیث تو گیارہ طریقوں سے اور گیارہ صحابیوں سے مروی ہے ایک جماعت محدثین کی رائے ہے کہ جو حدیث اتنے طریقوں سے مروی ہوتو وہ درجہ تواتر کو پہنچ جاتی ہے۔**حیث قال حديث النظر الى عليٍ عبادة اورده من حديث ابی بكر وعثمان وابن مسعود وابن عباس وومعاذ وجابر وانس وابی هريرة وثوبان وعمران بن حصين و عائشة رضى الله عنهم قلت المتروک والمنكر اذا تعد دت طرقها ارتقى الى درجة الضعيف والغريب بل ربما يرتقى الى الحسن وهذا ورد من رواية احد عشر صحابيا بعدة طرق وتلک عدة ا لتواتر فی رای جماعة وقد اخرج الحاكم فی المستدرک حديث عمران بن حصين ثم اخرج حديث ابن مسعود شاهد اله ولله الحمد** ۔اسی طرح ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے جس میں ابدال کا ذکر ہے حالانکہ وہ حدیث بہت طریقوں سے وارد ہے چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تعقبات میں لکھتے ہیں کہ وہ حدیث نہ صرف صحیح ہے بلکہ کہہ سکتا ہوں کہ حد تواتر کو پہنچ گئی ہے اور اس باب میں انہوں نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں تمامی طرق اس حدیث کے مذکور ہیں، خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک اور کتاب الزہد میں اور طبرانی نے معجم اوسط ،اور کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، اور خلال نے کرامات الاولیاء میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابو داود نے مراسل میں، اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الاولیاء میں اور ابن جریر نے تفسیر میں، اور دیلمی اور ابن عساکر رحمہم اللہ علیہم نے روایت کی ہیں ۔بعض طریقے اُس کے صحیح ہیں اور بعض حسن وغیرہ اور عمر اور علی اور انس اور عبادابن الصامت اور ابن عباس اور ابن مسعود اور عوف بن

مالک، اور معاذ بن جبل اور ابوسعید خدری اور ابو ہریرہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین صدر اول میں اُس کے راوی ہیں اور علی ہذا القیاس طبقہ تابعین و تبع تابعین میں راوی اس کے بکثرت ہیں جس سے یہ بات قطعاً معلوم ہوسکتی ہے کہ وجود ابدال کا بتواتر معنوی ثابت ہے۔ ہر چند ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو احادیث کے موضوع قرار دینے میں نہایت تشدد و اہتمام تھا مگر دراصل وہ اس امر کے موجد نہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ خلاف معقول و منقول کو موضوع سمجھتے ہیں وہ کسی کا قول نقل کرتے ہیں اور دوسرے محدثین نے اُن کے اس طریقہ کو پسند بھی کیا ہے چنانچہ تعقبات میں ذہبی کا قول نقل کیا ہے۔ **حیث قال قال الذهبی فی تاریخه نقلت من خط السیف احمد بن المجد قال صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فی ذکر مخالفته للنقل و العقل** ۔ وجہ اس تشدد کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ کمال خیر خواہی ضعیف العقول کی ہمیشہ اُن حضرات کے پیش نظر رہا کی اور خیال یہ رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کوئی بات صحیح حدیث کی سمجھ میں نہ آئے اور انکار کر بیٹھیں جس سے ایمان جاتا رہے اس لئے جب انہوں نے دیکھا کہ کسی حدیث کا مضمون مخالف عقل یا نقل ہے تو اب تشویش پیدا ہوئی اور یہ خیال جما کہ جہاں تک ہو سکے اُن بیچاروں کی نجات کے لئے فکر کی جائے چونکہ مدار صحتِ حدیث کا اسناد پر ہے اور اُس پر نظر ڈالے پھر ہر ایک اسناد ایسے اسناد کہاں جو من جمیع الوجوہ سالم رہے اور ظاہر ہے کہ باوجود اس قدر احتیاط کے خود بخاری و مسلم کے راویوں میں کس قدر کلام ہے جس کا حال کس قدر اوپر معلوم ہوا جب ایسے ایسے اسنادوں کا یہ حال ہو تو اوروں کا کیا ٹھکانا غرض خواہ مخواہ جب کوئی ایسا راوی مل جاوے جس میں محدثین نے کلام کیا تھا تو اُس پر موضوعیت کا حکم لگا دیا اور اُس کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ثقات محدثین خود اس قسم کی حدیثیں روایت کرنے میں بنظر (**تکلموا لناس علی قدر عقولهم**) احتیاط کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں لکھا ہے۔ **حماد عن ثابت عن انس ان النبی صلی الله علیه و سلم قرأ (فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهُ لِلْجَبَلِ) قال اخرج طرف خنصره و ضرب علی ابهامه فصاخ الجبل فقال حمیدالطویل لثابت تحدث بمثل هذا قال: فضرب فی صدر حمید و قال یقول انس و یقوله**

رسول الله صلى الله عليه وسلم واكتمه انا (۱) ثابت حماد سے اور وہ انس سے روایت کرتے ہیں کہ پڑھے آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آیۂ شریفہ **فلما تجلی ربه** جس میں تجلی طور کا بیان ہے اور ارشاد فرمایا سر خنصر سے یعنی مقدار تجلی بہت کم تھا۔ حمید طویل نے ثابت سے کہا کہ تم اس قسم کی روایتیں بیان کرتے ہو اور مقصود کہنے سے یہ تھا کہ بیان نہ کریں یہ سن کر ثابت نے حمید کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ جس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماویں اور انس اُس بات کو ظاہر کریں تو کیا میں چھپا سکتا ہوں۔ اس روایت کے ثبوت میں حمید رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی شک نہ تھا اس لئے کہ ثابت معتمد شخص ہیں اور خاص انس رضی اللہ عنہ سے سنی باوجود اس کے ثابت کا بیان حمید رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار معلوم ہوا اور یہی وجہ ہے کہ عجائبات کے روایت کرنے والے ساقط الاعتبار سمجھے جاتے ہیں جیسا کہ کتب رجال سے ظاہر ہے۔ محدثین ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے کرامات اور تقدس کے قائل ہیں مگر اُن کی روایات میں کلام کرتے ہیں۔ **كما قال في الميزان ذوالنون المصرى الزاهداالعارف قال الدار قطنى روى عن مالک احاديث فيهانظر وقال السملى لمامات اظلت الطيور جنازته** (۲)۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث کسی کے عقل کے مخالف ہو اور منقولات کے ساتھ اُس کی مطابقت نہ ہو سکے تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی میں وہ حدیث مخالف ہے کیونکہ عقول کا باہمی تفاوت اظہر من الشّمس ہے۔ کوئی مسئلہ عقلی ایسا نہیں جس میں حکماء عقلاء نے اختلاف نہ کیا ہو دیکھئے ابتداء میں تار برقی اور صنائع کی خبریں بہ نظر حیرت جھوٹ سمجھی جاتی تھیں جب متواتر ہو کر مشاہدہ بھی ہو گیا تو وہ حیرت جاتی رہی الحاصل جس قدر تجربہ اور قوت نظری بڑھتی جاتی ہے عقل کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے اسی وجہ سے ابتدائی زمانہ میں عقلاً جو جو چیزیں بظاہر محال معلوم ہوتے ہیں کمال عقل کے بعد وہ ممکن سمجھی جاتی ہیں اور بہت سے امور خلافیہ میں تطبیق نمایاں ہوتی ہے، پھر جب حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے تو اُس سے وہ استبعاد جو

۱)میزان الاعتدال، حماد بن سلمه بن دينار الامام العلم أبو سلمه البصرى، ۲۲۵۱.
۲)۱) ميزان الاعتدال، ذوالنون المصرى الزاهد العارف ، ۲۷۰۱ .

عقلا وارد ہوتے ہیں سب دفع ہو جاتے ہیں۔قال اللہ تعالیٰ ، افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ (۱)۔اگر چہ اس نور میں تمامی اہل اسلام شریک ہیں مگر بحسب مراتب تفاوت بھی ثابت ہے۔قال اللہ تعالیٰ، وَالَّذِیْنَ جَاھَدُ وْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (۲)۔ وقال النبی صلی ا للہ علیہ وسلم اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر من نور اللہ(۳)۔جس شخص کی قوت نظری بہ نور اللہ منور ہو تو اُس کے نزدیک نہ حدیثوں میں مخالفت عقلی ہے نہ اُن کی تطبیق میں تردد بلکہ ہر ایک کے لئے ایک محل خاص ہے۔ ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد۔ان حضرات کو کوئی ایک حدیث چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اُن احادیث سے تائید ملتی ہے۔

کسی حدیث کا مخالف عقل ونقل ہونا موضوعیت کیلئے قطعی قرینہ نہیں ہوسکتا

غرض کسی حدیث کا مخالف عقل ونقل ہونا موضوعیت کے لئے قطعی قرینہ نہیں ہوسکتا۔ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث موضوع کی جو پہچان بتلائی کہ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔اوردل میں نفرت پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی کوئی قطعی قرینہ نہیں ہوسکتا۔

بندۂ مومن کی تعریف

بھلا اس حدیث کو دیکھئے جو بخاری میں موجود ہے۔عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب وماتقرب الّی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الیّ باالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھاور

۱) القرآن الکریم ، سورۃ الزمر ، آیت : ۲۲ .
۲) القرآن الکریم ، سورۃ العنکبوت ، آیت : ۶۹ .
۳)سنن ترمذی ، أبواب تفسیر القرآن ، باب ،ومن سورۃ الحجر ، رقم : ۳۱۲۷ .المعجم الاوسط ، باب من اسمہ محمود ، رقم : ۷۸۴۳ .

جلہ التی یمشی بھا وان سالنی لاعطیتہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شی انافا علہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مسائتہ (۱)۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھی تو اجازت دیتا ہوں میں اُس کو اس بات کی کہ میرے ساتھ جنگ کے لئے مستعد ہوجاوے اور کوئی بندہ ہرگز تقرب حاصل نہیں کرسکتا ایسی ایک چیز کے ساتھ جو دوست تر ہو مجھ کو اُس بات سے جو فرض کیا میں نے اُس پر (یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس تمام اسباب تقرب سے زیادہ محبوب اور مرغوب' ادائے فرائض ہے)۔

اور ہمیشہ میرا بندہ بسبب نوافل کے مجھ سے قریب ہوجاتا ہے اس لئے میں اُس کو دوست رکھتا ہوں اور جب میں اُس کو دوست رکھتا ہوں تو ہوجاتا ہوں اُس کی سماعت جس سے وہ سنتا ہے، اور بصارت جس سے وہ دیکھتا ہے، اور ہوجاتا ہوں اُس کے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے، اور پاوں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی چیز دعا سے طلب کرتا ہے تو دیتا ہوں اُس کو اور اگر پناہ مانگتا ہے وہ مجھ سے تو ضرور پناہ دیتا ہوں۔ میری سطوت اور بے انتہا قوت ایسی نہیں جو کسی کام کرنے میں مجھے تردد ہو مگر مجھے تردد اس مخلص مومن بندہ کی قبض روح کے وقت ہوتا ہے جب کہ وہ موت کو مکروہ جان کر مرنا نہیں چاہتا اور مجھے اُس کی رنجیدگی منظور نہیں ہوتی یعنی مومن کامل الایمان جب موت کو مکروہ سمجھتا ہے تو حق تعالیٰ کو بھی اُس کی قبض روح میں تردد ہوتا ہے۔ اب دیکھئے کہ خدائے تعالیٰ کا کسی بندہ کے ہاتھ پاؤں ہوجانا اور قبض روح کے وقت تردد کرنا کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ اگر روایت بخاری سے قطع نظر کی جاکر اس حدیث کے مضمون کو دیکھا جاوے تو کیا رونگٹے نہ کھڑے ہوں گے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خدائے تعالیٰ رحمت نازل کرے جو بلالحاظ قرینہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کردیا۔ ورنہ یہی حدیث اگر کسی ولی کی صدق زبان الہام ترجمان سے کہی جاتی تو وہ غالباً کافر

---

۱)صحیح البخاری ، کتاب الرقاق ، باب التواضع ، رقم : ۶۵۰۲ .

یا مشرک بنایا جاتا۔ فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث نہایت غریب ہے اگر جامع صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو محدثین اُس کو خالد بن مخلد کے منکرات سے ضرور شمار کرتے۔ امور مذکورہ گو قطعیت وضع کے مفید نہیں، مگر فی الجملہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ قرائن وضع ہو سکیں برخلاف اُس کے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے نام میں دھوکا ہو جانے سے حدیث موضوع سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا اور علت یہ قائم کی کہ اُس کی اسناد میں سدی ہے جو ایک شخص کذاب تھا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ شاید ابن جوزی نے سدی کو محمد بن مروان صغیر سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ وہ نہیں وہ سدی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن کبیر ہیں جن کی روایتیں مسلم میں موجود ہیں، **کما قال قلت ظن ابن الجوزی ان السدی الذی فی اسناده محمد بن مروان الصغیر ولیس کذٰلک وانما هو اسمعیل بن عبدالرحمن الکبیر احد رجال مسلم** ۔اور کبھی کسی حدیث کا مطلب برابر سمجھ میں نہ آنے سے اُس پر موضوعیت کا حکم لگایا جاتا ہے چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ حدیث. **بریدة رضی الله عنه عند رأس المائة یبعث الله ریحا باردة طیبة یقبض فیها روح کل مومن وقال انه باطل یکذبه الوجود وفیه بشر بن المهاجر لایحتج به** (۱)۔ یعنی سر صدی پر حق تعالیٰ ایک سرد ہوا پاک صاف بھیجے گا جس سے مسلمانوں کے ارواح قبض ہو جائیں گے۔ ابن جوزی نے معلوم کیا کہ پہلی صدی کے آخر میں یہ ہوا نہیں چلی اس لئے اس حدیث کو باطل ہے کہہ دیا اور علت یہ قائم کی کہ اُس کے اسناد میں بشر بن المہاجر ہے جن پر احتجاج و اعتماد نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ انہیں بشر کی توثیق ابن معین ونسائی وغیرہما نے کی ہے۔ اور مسلم، ابوداود وغیرہ میں اُن سے روایتیں موجود ہیں۔ اور اسی روایت کو حاکم نے مستدرک میں ذکر کر کے صحیح کہا ہے اب رہی یہ بات کہ وہ ہوا نہیں چلی اُس کا جواب یہ ہے کہ لفظ حدیث جو **رأس مائة** بصیغہ نکرہ ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ کسی صدی میں یہ واقعہ ہوگا۔ اگر معرف باللام بھی ہو تو لام عہد ذہنی بن

۱) الموضوعات لابن الجوزی، کتاب الملاحم والفتن.

سکتا ہے۔ قال السیوطی فی التعلیقات، ظن ابن الجوزی ان المراد رأس المائۃ الاولیٰ وانما لفظ الحدیث رأس مائۃٍ بالتنکیر وبشر وثقہ ابن معین والنسائی و غیرھما واخرج لہ مسلم والاربعۃ وقال ابن عدی فیہ بعض الضعیف والحدیث اخرجہ الحاکم وصححہ. واقرہ الذھبی ولہ شواھد اخرجہ الحاکم وصححہ .اور حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابھا ،کوبھی شاید اسی وجہ سے ابن جوزی نے موضوعات میں شریک کر کے کہا کہ جھوٹ ہے حالانکہ ترمذی و حاکم وطبرانی نے کئی طریقوں سے اُس کو روایت کی ہے اور ابن حجر نے اُس کو احسن کہا ہے۔ کما قال السیوطی رحمۃاللہ علیہ فی التعقبات ۔ حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابھا اوردہ من حدیث علی وابن عباس وجابر قلت حدیث علی اخرجہ الترمذی والحاکم وحدیث ابن عباس اخرجہ الحاکم والطبرانی وحدیث جابر اخرجہ الحاکم وتعقب الحافظ ابو سعید العلائی علی ابن الجوزی فی ھذاالحدیث بفصلٍ طویلٍ وملخصہ ان قال ھذا الحدیث حکم ابن الجوزی وغیرہ بوضعہ وعندی فی ذلک نظرالی ان قال والحاصل انہ ینتھی بطرقہ الی درجۃ الحسن المحتج بہ ولایکون ضعیفا فضلا ان یکون موضوعاً ورایت فیہ فتوی قدمت للحافظ ابن حجر فکتب الیھا ھذا الحدیث اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال انہ صحیح وخالفہ ابن الجوزی فذکرہ فی الموضوعات وقال انہ کذب والصواب خلاف قولھما وان الحدیث من قسم الحسن لا یرتقی الی الصحۃ ولا یحط الی الکذب وبیان ذلک یستدعی طولا ولکن ھذا ھوالمعتمد۔اب یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ باوجود قرائن مذکورہ ہونے کہ جب محدثین کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اُس سے مطلب یہ ہے کہ اسناد اُس کے موضوع ہیں۔ متن حدیث میں کلام نہیں اسی وجہ سے اگر کوئی قرینہ وضع الفاظ یا معنی حدیث سے متعلق پایا جاتا ہے تو بھی بیان علت کے وقت کسی راوی کی طرف اُس کی خرابی منسوب کر دیتے ہیں۔ غرض باوجود حکم موضوعیت کے نفس حدیث اُس حکم

سے خارج رہتی ہے چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ قول بدیع میں لکھتے ہیں۔ **ثم لیعلم ان حکم الائمۃ النقاد بالصحۃ وغیرھا انما ھو بحسب الظاھر فقد قال ابن الصلاح ما لفظہ بعد تعریف الصحیح من علومہ ومتی قالوا ھذا حدیث صحیح فمعناہُ اتصل سندہ مع سائر الاوصاف المذکورۃ ولیس شرطہ ان یکون مقطوعاً فی نفس الامر الی ان قال وکذلک لوقالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قدیکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد انہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور**(۱)۔ یعنی ائمہ نقاد حدیث جب کبھی حدیث پر کوئی حکم لگاتے ہیں خواہ وہ حکم صحت یا اور کسی قسم کا ہو بحسب ظاہر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ (**ھذا حدیث صحیح**) کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سند اُس کی متصل ہے اور تمامی صفات مذکورہ بھی اُس میں موجود ہیں۔ نہ یہ کہ نفس الامر میں وہ قطعی ہے۔ اسی طرح جب غیر صحیح کہتے ہیں تو اُس سے یہ مراد نہیں کہ نفس الامر میں وہ حدیث جھوٹ ہے بلکہ مراد اُس سے یہ ہوتی ہے کہ سند اُس کی موافق شرط مذکور کے نہیں، ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نکت میں لکھتے ہیں۔ **اما الاسناد فھو کما قال قد صرح جماعۃ من الائمۃ بان اسناد کذا اصح الاسانید و اما الحدیث فلا یحفظ عن احد من ائمۃ الحدیث انہ قال حدیث کذااصح الاحادیث علی الاطلاق.** اورابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے **الجواھر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم** میں لکھا ہے، **قال السبکی ومما یجب ان یبینہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون یحسب تلک الطرق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ**۔ یعنی امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ محدثین جب کسی حدیث کو منکر وغیرہ کہتے ہیں تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متن حدیث قابل رد ہے بخلاف اس کے جب فقہا کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اُس

---

۱) القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ، خاتمۃ ، حکم الموضوع .

سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کیونکہ محدثین کی بحث اسناد سے اور فقہا کی بحث متن حدیث سے متعلق ہے۔ غرض محدثین جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو یہ کہنا بحسب قرائن ہوتا ہے اور ابھی معلوم ہوا کہ جب کوئی قرینہ قطعی نہیں تو وہ حکم بھی قطعی نہ ہوگا جو صرف اسناد سے متعلق ہے پھر متن حدیث موضوعیت سے کیسی متہم ہوسکتی ہے، جس صورت میں کہ متن حدیث میں صحت، اور وضع کے احتمال دونوں باہم معارض ہوں تو دیکھا جائے کہ جس نے اُس حدیث کی تخریج کی ہے محدث ہے یا نہیں اگر محدثین کی تصریح سے مسلم ہوجائے کہ وہ محدث ہے تو یہ صحیح حدیث جو مسلم شریف میں ہے ضرور مان لی جائے گی۔ **عن سمرة رضی اللہ عنه قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من حدث عنّی بحدیث یریٰ انه کذب فهو احد الکاذبین** (۱)، یعنی فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے، جس نے روایت کی مجھ سے ایسی حدیث جو جھوٹی گمان کی جاتی ہے تو وہ شخص دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے، (اس میں ایک حدیث بنانے والا اور دوسرا روایت کرنے والا) عمدۃ القاری شرح بخاری میں عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث **من کذب علی فلیلج النار** کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر کسی حدیث کے موضوع ہونے کا گمان ہو اور پھر اُس کو کوئی روایت کرے تو وہ راوی اس وعید میں داخل ہوگا اور دوزخ کا مستحق ہے۔ **کما قال الثالث من روی حدیثا وعلم اوظن انه موضوع فهو داخل فی هذالوعید اذالم یبین حال رواته وضعفهم ویدل علیه ایضاً قوله علیه الصلوة و السلام من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین** (۲)۔ **ظفر الامانی فی شرح مختصر الجرجانی** میں مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، **ولا یحل روایة الموضوع للعالم بحاله ای من یعلم جزماًاوظناً کونه موضوعا فی ایّ معنی کان ای سواء کان فی الاحکام اوفی الترغیب والترهیب وغیر ذلک الامقرونا ببیان الوضع۔**

---

۱) صحیح مسلم، مقدمة الامام مسلم رحمه الله، باب وجوب الروایة عن الثقات وترک الکاذبین، سنن ترمذی، ابواب العلم باب ماجاء فیمن روی حدیثا وهو یری انه کذب، رقم: ۲۶۶۲ . مسند احمد، مسند البصریین، من حدیث سمرة بن جندب، عن النبی صلی الله علیه واٰله وسلم، رقم: ۲۰۱۶۳ .

۲) عمدة القاری فی شرح صحیح البخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی صلی الله علیه واٰله وسلم .

جب کوئی حدیث جس کو کسی نے موضوع کہا ہو اور اس کو کوئی محدث بغیر تصریح کر دینے موضوعیت کے اپنی کتاب میں نقل کیا تو یقیناً یہ بات سمجھی جائے گی کہ گو اُس کی اسناد میں کلام تھا مگر متن حدیث اُس کے پاس مسلم ہے ورنہ بمصداق حدیث مذکور کہ اُس محدث کا کاذب بلکہ دوزخی ہونا لازم آتا ہے۔ **کما قال السیوطی رحمۃالله علیه فی التعقبات تحت حدیث انی مکرہ فی النهی عن الحجامة یوم الثلاثاء والحدیث اخرجه ابوداود فی سننه وسکت علیه فهو عندہ صالح** ۔اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ متن حدیث موضوع جس میں وضع اور صحت دونوں کا احتمال تھا اُس محدث کے روایت کرنے کی وجہ سے اُس متن کی صحت کو ترجیح ہو جائے گی اور اسی ترجیح کا نام ظن ہے مگر چونکہ مدارج ظن کے متفاوت ہیں اس لئے قوت اس ظن کی ویسی نہ ہوگی جیسی حدیث بخاری سے ہوتی ہے باایں ہمہ اصل ظن میں دونوں برابر ہیں اس لئے کہ حدیث بخاری میں بھی مفید علم یقینی کی نہیں کیونکہ مفید علم یقینی صرف حدیث متواتر ہوتی ہے۔اور حدیث مشہور جو احادیث بخاری سے کئی درجہ ارفع ہے وہ بھی مفید علم یقین کی نہیں ہوسکتی۔نخبۃ الفکر میں ہے۔ **المتواتر وهو المفید للعلم الیقینی** (۱) ۔غرض ظن صحت اُس حدیث **مانحن فیه** کا اُس محدث کے ظن پر متفرع ہوگا جس نے اُس کی تخریج کی ہے اس کی وہ مثال ہے جس طرح ابوبکر صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن حمید کی روایت کو اس وجہ سے قبول کیا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے روایت لی ہے۔حالانکہ یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ محمد بن حمید کثیر المناکر تھے اور بہتوں نے اُن کو سارق الحدیث کہا۔اور ابوزرعہ نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔اور کوسج اور ابن خراش تو حلفاً کہتے تھے کہ وہ کذاب ہے۔چنانچہ ذہبی نے میزان میں بعد جرح کثیر کے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ صنعانی نے کہا (**حدثنا محمد بن حمید**) ایک شخص نے اعتراضاً کہا کہ کیسے شخص سے آپ روایت کرتے ہیں؟ جواب میں کہا کہ میں اُس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے احمد اور ابن معین نے روایت کی ہے۔غرض اُسی میزان میں صدہا جگہ اس کے نظائر موجود ہیں پھر اگر کسی نے اُس ظن کی وجہ سے اُس حدیث پر عمل کیا تو یہ

۱)نخبة الفکر فی مصطلح أهل الاثر ، الخبر اما ان یکون له .

نہ کہا جائے گا کہ اُس نے حدیث موضوع پر عمل کیا۔ کیونکہ جس متنِ حدیث پر اُس نے عمل کیا تو وہ حدیث موضوع کہنے والے کے پاس بھی موضوع نہیں پھر روایت کرنے والے کے پاس کس قدر معتبر ہوگی؟ بالفرض اگر فی الواقع موضوع ہی ہو اور بلا تحقیق حسنِ ظن سے تقلیداً اُس پر عمل کیا تو کیا ثواب نہ ہوگا اور وہ عمل خالی جائیگا ہرگز نہیں بلکہ جس طرح صحیح حدیث پر عمل کرنے سے اُس کو ثواب حاصل ہوتا اُسی طرح اُس حدیث پر عمل کرنے سے ثواب ملے گا۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں روایت کی ہے **وقد روینا فی جزؤالحسن بن عرفة باسناده الی جابر عبد الله الانصاری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم من بلغه عن الله عزّوجلّ شی فیه فضیلة فاخذبه ایمانا و رجاء ثوابه اعطاه الله ذلک وان لم یکن کذلک اخرجه ابوالشیخ ابو یعلی والطبرانی و محمد بن هشام المستملی وبهذا الحدیث شواهد ایضًا من حدیث ابن عباس وابن عمر وابی هریرة وعن مشاهیر الصحابة رضی الله عنهم**[1] یعنی روایت ہے جابر وابن عباس ابن عمر اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ سلم کہ اللہ عزوجل کی طرف سے جس کو کوئی فضیلت کی بات پہنچی اور اُس نے بہ امید ثواب ایمان کے ساتھ اُس کو قبول کر کے عمل کیا تو دیتا ہے حق تعالیٰ اُس کو وہ ثواب جس کیلئے وعدہ نہیں کیا تھا۔ ابوالشیخ، ابویعلی، طبرانی وغیر ہم نے اس کو روایت کی ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ جس نے حدیث موضوع ہی کے اسناد کو بحسن ظن قبول کر کے عمل کیا تو وہ مستحق اُسی ثواب کا ہوجاتا ہے جو بوقت عمل اُس کے پیش نظر ہے۔ اور ارشاد نبوی ہوتا ہے، **عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا حدثتم عنی بحدیث تعرفونه ولا تنکرونه قلته اولم اقله فصدّقوابه فانی اقول مایعرف ولا ینکرو اذا حدثتم عنی بحدیث تنکرونه ولا تعرفونه فکذبو به فانی لا اقولماینکر ولا یعرف رواه الحکیم الترمذی ذکره فی کنزالعمال**[2]۔ یعنی روایت

۱) القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع ، خاتمة ، بیان الکتاب المصنفة فی هذا الباب .

۲) کنزالعمال ، حرف العین ، الباب الثالث فی آداب العلم الفصل الاول فی روایة الحدیث وآداب الکتابة ، رقم : ۲۹۲۱۱ .

ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب پہنچے تم کو میری طرف سے کوئی ایسی بات جس کو تم پہچانتے ہو، خواہ میں کہا ہوں یا نہ کہا ہوں اور وہ بات قابل اعتراض یا انکار کے نہیں تو صدق دل سے قبول کرلو کیونکہ میری بات ایسی نہیں جس سے انکار کیا جائے۔

ہر ایک حدیث پر سمجھ کر عمل کرنا کہ وہ آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یقینی فرمائی ہوئی ہے

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه واله سلم اذا حدثتم عنی بحديث يوافق الحق فخذوابه حدثته اولم احدث به (عن)وقال منكرو ليس لهذا اللفظ له اسناد يصح كذا فی كنزا لعما ل(۱)۔ یعنی روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب پہنچائی جائے تم کو میری طرف سے کوئی بات جو موافق حق بات کے ہو تو اُس کو قبول کرلو خواہ میں کہا ہوں یا نہ کہا ہوں۔

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا حدثتم عنی بحديث يوافق الحق فانا قلته كذا فی كنز العمال (۲)۔ یعنی روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب پہنچائی جائے میری طرف سے کوئی بات جو مانند حق بات کے ہو تو سمجھو کہ اُس کو میں نے ہی کہا۔

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم

---

۱) كنز العمال ، حرف العين ، الباب الثالث فی آداب العلم الفصل الاول فی رواية الحديث وآداب الكتابة ، رقم : ۲۹۲۱۰ .

۲) كنز العمال ، حرف العين ، الباب الثالث فی آداب العلم الفصل الاول فی رواية الحديث وآداب الكتابة ، رقم : ۲۹۲۱۲ .

من حدث عنی حدیثا ہو للہ عزوجل رضی فانا قلتہ وان لم اکن قلتہ کذا فی کنز العمال [۱]۔ یعنی روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس نے بیان کیا میری طرف سے وہ بات جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو تو سمجھو کہ اُس کو میں نے ہی کہا اگرچہ نہ کہا ہوں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال علیّ حسنا موافقا لکتاب اللہ وسنتی فاناقلتہ ومن قال علیّ کذبا مخالفا لکتاب اللہ تعالی وسنتی فلیتبوا مقعدہ من النار کذا فی کنز العمال [۲]۔ یعنی روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس نے منسوب کی میری طرف اچھی بات کو جو موافق قرآن اور میرے طریقے کے ہو تو وہ میری کہی ہوئی ہے۔

عن ابی امامۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث حدیثا کما سمع فان کان یراد صدقا فلک ولہ وان کان کذبا فعلی من بدأ (حب) کنز العمال [۳]۔ یعنی روایت ہے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس نے بیان کیا حدیث کو جیسی کہ سنا ہے اگر وہ سچ ہے تو تجھ کو اور اُس کو ثواب ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو اُس کا گناہ پہلے کہنے والے پر ہے۔

عن البختری بن عبید عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی حدیثا ہو للہ عزوجل رضی

---

۱) کنز العمال، حرف العین، الباب الثالث فی آداب العلم الفصل الاول فی روایۃ الحدیث وآداب الکتابۃ، رقم: ۲۹۲۱۳۔

۲) کنز العمال، حرف العین، الباب الثالث فی آداب العلم الفصل الاول فی روایۃ الحدیث وآداب الکتابۃ، رقم: ۲۹۲۱۴۔

۳) کنز العمال، حرف العین، الباب الثالث فی آداب العلم الفصل الاول فی روایۃ الحدیث وآداب الکتابۃ، رقم: ۲۹۲۴۴۔

فانا قلته وان لم اکن قلته قالوا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ولِمَ قال لانی به ارسلتُ کنز العمال[1]۔روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمائے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کی جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے تو سمجھو کہ میں نے کہا ہے وہ اگر چہ نہ کہا ہوں۔صحابہ نے عرض کیا یہ کس لئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ میں اُسی کے لئے بھیجا گیا ہوں۔اگر چہ ابن جوزی نے اس حدیث کی روایت میں کلام کیا ہے۔ عن ابی هریرة رضی الله عنه اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق الحق فخذوا به[2]۔لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اس باب میں کئی ایک حدیثیں وارد ہیں جن کو امام احمد نے مسند میں، ابن ماجہ نے سنن میں، بخاری نے تاریخ میں، حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں، بزاز نے کئی طریقوں سے بہ سند صحیح وغیرہ روایت کیں ہیں جن کی عبارت یہ ہے۔قلت اخرج احمد من وجه اٰخر عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه مرفوعاً ماجآء کم عنی من خیر قلته اولم اقله فانا اقوله وما اٰتاکم من شرٍ فانی لا اقول الشر واخرجه ابن ماجه من وجه ثالث بلفظ لا اعرفن مایحدث احدکم عنی الحدیث وهو متکئ علی اریکته فیقول اقرأ قرآنا ما قبل من ثواب حسن فانا قلته ورجاله ثقات سوی سعید المقری ۔ واخرج البخاری فی تاریخه من وجه اٰخر عن سعید المقری مرسلا بلفظ ما سمعتم عنی من حدیث تعرفونه فصدقوه قال البخاری ورواه یحییٰ بن اٰدم عن ابی هریرة رضی الله عنه وهو وهم لیس فیه ابی هریرة۔ واخرجه الحکیم الترمذی فی نوادرالاصول من وجه اٰخر عن المقری عن ابی هریرة رضی الله عنه بلفظ اذا حدثتم عنی بحدیث تعرفونه

۱) کنزالعمال، حرف العین، باب فی آداب العلم والعلماء، رقم: ۲۹۴۸۴ .

۲) کنزالعمال، حرف العین، الباب الثالث فی آداب العلم الفصل الاول فی روایة الحدیث واٰداب الکتابة، رقم: ۲۹۲۱۰ .

ولا تنكرونه قلته اولم اقله فصدقوابه فانى اقول مايعرف ولا ينكرو اذا حدثتم عنى بحديث تنكرونه ولا تعرفونه فكذبوا به فانى لا اقول ماينكرولا يعرف. واخرج احمد والبزاز بسند على شرط الصحيح عن ابى حميد اوابى اُسيد مرفوعاً اذا سمعتم الحديث عنى تعرفه قلوبكم وتلين له اشعاركم وابشاركم وترون انه منكم قريب فانا اولى كم به واذا سمعتم الحديث عنى تنكره قلوبكم وتنفر اشعاركم وابشاركم وترون انه منكم بعيد فانا ابعدكم منه واخرجه البخارى فى تاريخه بلفظ اذاجآء كم الحديث عنى تلين به قلوبكم فانا امرتُكم به. ثم اخرج من طريق عباس بن سهل عن ابى قال اذا بلغكم عن النبى صلى الله عليه وسلم ما يعرف يلين الجلد فقد يقول النبى صلى الله عليه وسلم الخيرولا يقول الاالخير وقال هذا اصح واثبه۔

حدیث فضائل اعمال

جب اتنے احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ محدثین اہل سنت نے جتنی حدیثیں فضائل اعمال کی بلاتصریح کرنے موضوعیت کے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں اوراُن احادیث کوآنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی جانب منسوب کر کے اُن کوقبول کرنے کے لئے ارشادفرمایا جس پرعمل کرنے سے ضرورتوقع ثواب جواُن میں مذکور ہے۔ اگرچہ وہ حدیثیں موضوع بھی ہوں لیکن صدق دلی اور پاک اعتقادی سے عمل کر کے ثواب حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیا ضرور جوناحق اُن میں احتمالات پیدا کریں جس سے ظن ثواب جاتا رہے اورمہلک شک پڑ جائے تو جس کے ثواب سے محرومی نصیب ہو، اگرمحدثین نے بحث کر کے اسنادکوموضوع ٹھہرایا اوراُس کواپنا فرض منصبی سمجھا تو ہم لوگوں کوضرورنہیں جو بے سمجھی سے بے موقع بے معنی اُن کی اتباع کر کے متن حدیث کوموضوع کہنے لگیں جس سے سوائے حرمان ثواب کے اورکیا حاصل ہوگا۔ برخلاف اس کے اگراعتقاداً اُس حدیث کے روایت کرنے والوں کی تقلید کر کے اُس کوموضوع نہ سمجھیں اوراُس پرعمل کریں توان شاءاللہ تعالیٰ ضروراُس

ثواب کے مستحق ہوجائیں گے جس کا اس میں وعدہ ہے۔ اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب دونوں صورتوں میں تقلید ہی ہے تو وہ تقلید کیوں نہ اختیار کریں جس سے کچھ فائدہ ہو مگر دولت حسن ظن ایسی نہیں ہے جو ہر کس و نا کس کے ہاتھ آئے اور بدظنی سے ہر کسی کو مدارج و مراتب علیا حاصل ہوں۔ غرض فضائل اعمال میں جو احادیث وارد ہیں اُن کی عملی توسیع کھلے ہمت سے بڑھانا اور دائرہ حسن ظن کو وسیع کرنا چاہئے۔ چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے **فتح المغیث** میں لکھا ہے، **حکی النووی فی عدة من تصانیفه اجماع المحدثین وغیرهم علی العمل به ای بالحدیث الضعیف فی الفضائل ونحوها**[۱]۔

یہ بات متحقق ہے کہ (احادیث احکام وعقائد) میں کمال احتیاط ہونا چاہئے اس لئے کہ فضائل میں نسخ اور تعارض نہیں۔ اس میں فوائد یہ ہیں کہ کسی اچھے فعل کا کرنا خواہ قسم عبادت یا حسن اخلاق وغیرہ سے ہو عامل کو مقصود اور مطلوب ہوتا ہے۔ اگر اُس عبادت میں ثواب کا وعدہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم وسیع ہے، **ذلک فضل الله یوتیه من یشآء**[۲]۔ اگر کوئی اُس فعل یا عبادت کو کر کے امیدوار فضل کا ہونا چاہے تو جہاں حق تعالیٰ کے لفظ (کــن) سے ہزارہا عالم بن گئے اُس کے وسیع رحمت سے اس بیچارہ کی نیت صدق پر ثواب ملنا کچھ غیر ممکن نہیں۔ اگر عمل نہ کر کے بیجا ارادیں نکالیں اور تحقیق کریں کہ وہ وعدہ کس کے ذریعہ سے پہنچا تھا۔ اور پہنچانے والا معتبر تھا یا نہیں۔ سوا حرماں کے اور کیا ہوسکتا ہے بخلاف احکام کے کہ اس میں بحسب مصلحت شرع نسخ اور تغیر و تبدّل ہوتے رہے۔ مثلاً شراب کسی امت میں حلال رہی اور حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کو ابتداء میں حکم تھا کہ بحالت سُکر نماز نہ پڑھیں پھر اُسی شراب کو ممانعت اور حرمت ہوگئی اور ہمیشہ کے لئے ہی آخری حرمتی حکم جاری رہا۔ علی ہذا القیاس اور احکام میں بھی آخری حکم کا اعتبار ہوتا ہے۔ **کما هو مسلم عند الفقهاء والمحدثین هو الموفق المعین وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین**۔

---

۱) فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث ، تنبیهات .

۲) القرآن الکریم ، سورة المائدة ، آیت : ۵۴ .

اعلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا **حافظ محمد انوار اللہ فاروقی** قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۲ھ میں علوم اسلامیہ کی اشاعت و دین مبین کی حفاظت کے لئے جامعہ نظامیہ کو قائم فرمایا۔ الحمد للہ اپنے قیام سے تا حال جامعہ نظامیہ علم دین کی تعلیم و اشاعت میں مصروف ہے۔ اس مرکزی علمی درسگاہ سے لاکھوں طالبان علم فیض یاب ہوئے اور انشاء اللہ العزیز تا قیام قیامت اس کا علمی فیض جاری رہے گا۔ شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے جامعہ نظامیہ کے قیام کے بعد ۱۳۳۰ھ میں علوم اسلامیہ کی مفید و نادر تحقیقی اصلاحی اور معلومات آفریں کتب کی اشاعت کے لئے ایک ادارہ بنام "مجلس اشاعت العلوم" قائم فرمایا۔ **مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ** نے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، فلسفۂ اسلام، تاریخ و سیرت، اخلاق و فضائل، معجزات و کرامات، استعانت، رد وہابیت، رد قادیانیت، زیارت قبور، علم غیب، طبقات اولیاء، میلاد مبارک، رویت الٰہی، وحی، عشق و محبت، سماع موتی، ندا، جواز قیام، وسیلہ، معراج مبارک وغیرہ جیسے اہم مسائل پر شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ و دیگر علمائے اسلام کی مدلل و محمود تصانیف شائع کی ہیں جن کا مطالعہ ایمان و یقین اور عمل میں پختگی کا باعث ہے۔ نیز **شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ** سے تنقیح و تصحیح کے بعد نصاب اہل خدمات شرعیہ کو بزبان اردو و انگریزی شائع کیا گیا۔ جو معتبر فقہی کتب سے ماخوذ اور عقائد اہل سنت و جماعت کے مطابق ہے۔ اس کتاب کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ اسی طرح الکلام المرفوع کو عربی زبان میں اور رد قادیانیت میں بانی جامعہ نظامیہ کی معرکۃ الآراء تصنیف انوار الحق کو شائع کیا گیا۔ نیز محدث دکن ابو الحسنات حضرت سید عبد اللہ شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی مشکوٰۃ شریف کے طرز پر فقہ حنفی کے احادیث شریفہ کی معرکۃ الآراء عظیم کتاب زجاجۃ المصابیح کا ترجمہ بنام نور المصابیح شائع کیا گیا۔ اور اب الکلام المرفوع شائع کی جا رہی ہے۔

اطلاع

مجلس اشاعت العلوم کے طباعتی پروگرام ارکان کی امداد اور اہل خیر اصحاب کے عطیات سے تکمیل پاتے ہیں علم دوست اصحاب سے خواہش کی جاتی ہے کہ مجلس اشاعت العلوم کی مطبوعات کی طباعت میں حصہ لیں۔
مجلس اشاعت العلوم کی تمام مطبوعات دفتر مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد سے 10 تا 4 ساعت دن حاصل کی جا سکتی ہیں۔ نیز دکن ٹریڈرس مغلپورہ، چار مینار و چوک گلزار حوض اور مکتبہ رفاہ عام مگھل گدہ سے بھی کتب حاصل کی جا سکتی ہیں مزید تفصیلات مولانا حافظ محمد عبید اللہ فہیم صاحب قادری الملتانی شریک معتمد مجلس اشاعت العلوم سے فون نمبر 24416847 پر حاصل کی جا سکتی ہیں۔

المعلن

محمد خواجہ شریف

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ و معتمد مجلس اشاعت العلوم، رجسٹرڈ ۱۰۵۹